پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1074

بدھ 28 جمادی الاول 1445ھ مطابق 13 دسمبر 2023ء

محبت کی بنیاد

مکر مردانہ

ہند بنت المہلّب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن

دینی مہم سے واپسی پر اجازت طلب کرنا!
بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لیے مجمع کیا گیا ہے تو جب تک اجازت نہ لیں نہیں جاتے، جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کے لیے چاہیں اجازت دے دیا کریں۔
(سورۃ النور: آیت 62)

الحدیث

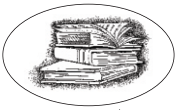

اجازت طلب کرنے کا مسنون طریقہ
ایک صحابی رسول کہتے ہیں کہ آپ صلی علیہ و آلہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور میں نے یوں کہا: ''اندر آجاؤں'' آپ نے یہ سن کر اپنے خادم سے فرمایا: ذرا باہر جاؤ! اور اس شخص کو اندر آنے کی اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ! اس سے کہو یوں کہے: ''السلام علیکم! مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟'' چنانچہ اس شخص نے پہلے سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اجازت مرحمت فرمائی۔ (رواہ ابوداؤد)

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

۹ محرم کو قضاء اور ۱۰ کو نفل روزہ رکھنا:

سوال: سنا ہے دس محرم کے روزے کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن ایک دن کا روزہ ممنوع ہے، اس لیے نو دس کا روزہ رکھا جائے یا دس گیارہ کا۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی کے ذمے رمضان المبارک کے ایک روزے کی قضا ہوا اور وہ ۹ محرم کو یہ روزہ رکھ لے تو اس کے بعد دس محرم کا روزہ کافی ہے یا دس کے بعد گیارہ کا روزہ بھی رکھنا ہوگا؟
(خدیجہ سلی۔ ملائیشیا)

جواب: صوم عاشورا کی مشروعیت بطور شکرانہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فضیلت بھی نفل روزے کے ساتھ مخصوص ہے، اس روز قضا روزہ رکھنے سے یہ ثواب نہ ملے گا۔ (احسن الفتاویٰ ۴/ ۴۴۱)
لہٰذا جس شخص نے ۹ محرم کو قضا کا روزہ رکھ کر دس محرم کو نفلی روزہ رکھا تو اسے گیارہ محرم کا روزہ بھی رکھنا چاہیے، صرف دس کا روزہ مکروہ ہے۔

سجدہ سہو یاد نہ رہا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا:

سوال: کسی پر نماز میں سجدہ سہو واجب ہو گیا، لیکن اسے یاد نہ رہا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا، تو اب یاد آنے پر کیا کرے؟
(قراءت سمیع۔ ڈیرہ غازی خان)

جواب: اگر نمازی کو سجدۂ سہو کرنا یاد نہ رہا اور بھول کر سلام پھیر دیا تو جب تک اپنی جگہ بیٹھا ہے، سینہ قبلہ سے نہیں پھیرا، نہ کوئی منافیٔ صلوٰۃ عمل کیا (جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جیسے بولنا، کھانا، پینا) تو یاد آنے پر سجدہ سہو کر لے، بلکہ سلام پھیر کر آیۃ الکرسی یا کوئی ورد وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تب بھی یاد آنے پر سجدہ کر لے، طریقہ یہ ہے کہ دائیں طرف سلام پھیرے بغیر سیدھا سجدے میں چلا جائے، دو سجدے کر کے بیٹھ جائے اور تشہد، درود دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

عدت کے احکام:

سوال: عورت شوہر کی وفات کے بعد کتنے دن عدت بیٹھے گی؟ اور عدت کے ایام کیسے گزارے گی؟ دورانِ عدت کن کن رشتے داروں سے مل سکتی ہے؟
(مسفرہ فیاض۔ راولپنڈی)

جواب: خاوند کی وفات کے بعد عورت پر چار ماہ دس دن عدت بیٹھنا ضروری ہے۔ اگر حمل سے ہو تو بچے کی پیدائش تک بیٹھنا ضروری ہے۔ عدت کے ایام اس گھر میں گزارے جس میں خاوند کی وفات کے وقت رہائش پذیر تھی، شدید ضرورت کے بغیر اس گھر سے نکلنا جائز نہیں، یہ پورا وقت سوگ کی حالت میں گزارے، یعنی بناؤ سنگھار نہ کرے۔ خوشبو، زیور، سرمہ، تیل، کنگھی وغیرہ کا استعمال جائز نہیں۔
باقی رہا یہ سوال کہ دورانِ عدت کن رشتے داروں سے مل سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دورانِ عدت کسی رشتے دار سے ملنے کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں، ہاں محرم رشتے دار (جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے) خود آ کر اس سے مل سکتے ہیں، عورت عدت میں ہو یا نہ ہو، نامحرم مردوں سے ملنا جائز نہیں، وہ کوئی ضروری گفتگو کرنا چاہیں تو پردے کی اوٹ میں کر سکتے ہیں۔ اس مسئلے کا عدت سے تعلق نہیں۔

خاتون کا بلا محرم سفر عمرہ پر نکلنا:

سوال: کوئی خاتون محرم کے بغیر سفر عمرہ پر جا سکتی ہے؟ اگر محرم مرد نہ ہو، لیکن خواتین کا پورا گروپ جا رہا ہو تو ان کی معیت میں خاتون سفر کر سکتی ہے؟
(اہلیہ محمد احمد۔ کراچی)

جواب: محرم کے بغیر مسلمان خاتون کا سفر جائز نہیں، خواہ حج و عمرے کا ہی سفر ہو۔ بلا محرم خاتون کا سفر کرنا گناہ ہے۔ حدیث میں اس گناہ سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ محرم کے بغیر تین دن (کی مسافت) کا سفر کرے۔ (صحیح مسلم) مزید ارشاد ہے: عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔
ایک شخص نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! (جہاد کی خاطر) فلاں لشکر میں نکلنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج کا ارادہ رکھتی ہے۔''
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''(جہاد کے بجائے) بیوی کے ساتھ نکلو'' (فتح الباری ۴/ ۶۳)
مختصر یہ کہ مسلمان خاتون کے لیے محرم کے بغیر سفر جائز نہیں، خواہ جوان ہو یا بوڑھی، اکیلی نکلے یا خواتین کے ساتھ، خواتین خواہ کتنی ہی کثیر تعداد میں ہوں ہر خاتون کے ساتھ اپنا محرم ہونا ضروری ہے۔ الرابع المحرم او الزوج لامرأۃ بالغۃ ولو عجوزاً ومعھا غیرھا من النساء الثقات والرجال الصالحین (غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک ص ۲۶)
البتہ بعض اکابر نے ایسی بوڑھی خاتون کو جس کی طرف مردوں کی رغبت کا کوئی امکان نہ ہو، دیانت دار خواتین (جن کے محارم ساتھ ہوں) کے ساتھ سفر حج کی اجازت دی ہے۔

آئینہ گفتار

کوئی رفیق نہیں کتاب سے بہتر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

دسمبر آتے ہی عاشق کیرانوی کا ایک شعر یاد آنے لگتا ہے ؎

سرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں کتاب سے بہتر

دسمبر کی سرد شام ہو، نعمتِ فراغت ہو، گرم بھاپ اڑاتی چائے ہو، لحاف ہو اور ایک عمدہ کتاب کی رفاقت...... پھر بھلا اور کیا چاہیے!

اور جیسا کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے کہا تھا...... ع

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ

سو کسی بھی شخص کے لیے جو اپنے شعور کی سطح بلند کرنا چاہتا ہو، کتاب سے فراغ ممکن ہی نہیں۔ علم ومعرفت کے حصول کے لیے صاحبِ کتاب کے بعد کتاب سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ یعنی علم، شعور، معرفت میں ترقی کے لیے پہلے درجے میں تو اچھی اور علمی صحبت ہی ہے، بعد اس کے اچھی کتاب کا درجہ آتا ہے۔

چنانچہ دنیا کی تمام تہذیبوں میں کتاب کی زبردست قدر نظر آتی ہے۔ سفر وحضر میں کتاب کو رفیق بنایا جاتا ہے۔ جیسے ایک چینی کہاوت سنی کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو سو کتابوں کے ساتھ محوسفر ہوجائیں۔

اور یہ صرف کہاوت ہی نہیں، چین نے اِسے سچ بھی کر دکھایا ہے۔ وہاں رہنے والے ایک پاکستانی لکھتے ہیں کہ چین میں ہر ریلوے اسٹیشن پر ایک بک اسٹور قائم ہے۔ آپ جس اسٹیشن سے ریل میں سوار ہونا چاہتے ہیں، اُس اسٹیشن کے بک اسٹور سے اپنی کوئی بھی پسندیدہ کتاب لے کر ریل میں سوار ہوجائیں۔ راستے بھر مطالعہ کریں اور منزلِ مقصود پر پہنچ کر جس اسٹیشن پر اتریں، اس کے بک اسٹور پر واپس کردیں......!

ایک اور صاحب یورپ بابت بتانے لگے کہ وہاں شہر بھر کے عوامی مقامات پر کتابوں کی الماری رکھنے کا رواج ہے۔ خصوصاً موبائل فون کے انقلاب کے بعد بے کار ہونے والے پرانے ٹیلی فون بوتھ کو نجی تنظیموں کی مدد سے کتب الماریوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ سو وہاں انتظارگاہوں میں، پارکوں میں، اسپتالوں اور دکانوں میں حتیٰ کہ جاگنگ ٹریک کے ساتھ بھی کتابوں کی خوبصورت الماریاں کھڑی دعوتِ مطالعہ دے رہی ہوتی ہیں۔ لوگ واک کرتے ہوئے تھک جاتے ہیں تو کوئی کتاب اس الماری سے لیتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔

اِن الماریوں پر لکھا ہوتا ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی کتاب اضافی ہے تو وہ لاکر یہاں رکھ سکتے ہیں۔

آپ ذرا اندازہ کیجیے کہ ہمارے ہاں اگر کوئی اللہ کا بندہ ایسا کام کر بھی لے تو کیا الماری میں دوسرے دن کتابیں بچیں گی......؟!

خیر بات کتاب اور دسمبر کی ہو رہی تھی کہ دسمبر کی سرمئی شاموں اور سرد طویل راتوں میں ایک اچھی کتاب کی رفاقت جتنی لطف انگیز ہوتی ہے، یہ بات دوسرے موسموں میں کہاں۔

پھر خاص اہلِ کراچی کے لیے تو دسمبر اور کتاب کا جوڑ اِس لیے بھی بہت خاص ہے کہ یہاں ہر سال دسمبر ہی میں کتب میلہ سجتا ہے۔ اِس سال بھی کل سے یعنی ۱۴ دسمبر جمعرات تا ۱۸ دسمبر بروز پیر تک پانچ دن کا عالمی کتب میلہ سج رہا ہے۔ سو اہلِ کراچی سے تو درخواست ہے ہی کہ اس عالمی کتب میلہ میں اپنے بچوں کے ساتھ بڑھ چڑھ کر شرکت کریں۔ خوب اچھی اچھی کتابیں خریدیں، ساتھ دوسرے شہروں کے وہ احباب جو اِن دنوں کراچی کا سفر کر رہے ہیں، وہ کراچی کی سیر میں کتب میلہ کو بھی شامل کرلیں۔ یقین جانیے، یہ آپ کی زندگی کا ایک بے حد منفرد اور لطف انگیز تجربہ ہوگا۔ کیونکہ ملک عزیز ہی نہیں، اردو کتابوں کا اتنا بڑا اور خوبصورت میلہ پوری دنیا میں اور کہیں بھی نہیں ہوتا۔

ہم تو بلکہ کہیں گے کہ وہ دور دراز کے شہروں کے قارئین بھی اپنے کراچی کے عزیزوں کو اپنی کتابوں کی فہرست واٹس ایپ کردیں، کیوں کہ اِس میلے میں ہر نایاب کتاب نہایت بارعایت قیمت میں مل جاتی ہے۔

اس سال بھی اسلام پبلی کیشن، دارالمصحف، الحجاز، ایم آئی ایس اور انداز پبلی کیشن کی بچوں بڑوں کی کتابیں ایک اسٹال پر ہوں گی۔ اور جی ہاں! وہیں کسی کونے میں ہم بھی اپنی تینوں کتابوں ’آئینہ گفتار، دل پہ دستک، کہانی ایک سفر کی‘ کے ساتھ موجود ہوں گے۔ اسٹال اور ہال کا نمبر جاننے کے لیے اس نمبر (03211784620) پر رابطہ کرکے آجایئے گا۔

چلتے چلتے علم کے حوالے سے ایک بہت اہم سبق شعر کی صورت پڑھتے جائیں ؎

علم کی ابتدا ہے ہنگامہ
علم کی انتہا ہے خاموشی

نیز میر صاحب بھی یہ اعتراف کرگئے ہیں ؎

یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے
سو بھی اک عمر میں ہوا معلوم

سو جتنی بھی کتابیں پڑھ لیں، ہمیشہ خود کو بہت کم جاننے والا ہی سمجھیے کہ یہی آدھا علم ہے!

والسلام
مدیر مسئول
محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ: مفتی فیصل احمد
مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان
مدیر مسئول: محمد فیصل شہزاد
"خواتین کا اسلام" دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com
انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 1500 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے، دو میگزین 25000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

امِّ فراز

ہند بنت المہلّب

ایک تابعی ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے حضرت ہند بنت المھلّب سے زیادہ کوئی عقلمند خاتون نہیں دیکھیں۔

یہ کون عقلمند خاتون ہیں جس کی تعریف اپنے دور کے فقہاء کے سردار، درویش صفت تابعی، گوشہ نشین عابد وزاہد حضرت ایوب سختیانی کر رہے ہیں؟

یہ ہند بنت المھلب البصر یہ ہیں۔ ان کے والد امیر، سردار اور جنگی سالار تھے۔ ان کی شادی حجاج بن یوسف الثقفی سے ہوئی تھی۔

جب وہ بڑی ہوئیں تو ایک بلند ہمت اور باشعور خاتون کے طور پر پہچانی گئیں۔ وہ اپنی بے مثال فصاحت وبلاغت اور ادبی کمال کے علاوہ اچھی صفات اور جرأت مندی سے مقبول ہوئیں۔

ہند کی زندگی صرف اپنے سخت گیر شوہر سے حسن معاملہ تک محدود نہ تھی بلکہ انھوں نے بہت بڑا ذخیرہ علم کا ایسے علماء واکابر تابعین سے حاصل کیا تھا جنھوں نے صحابہ سے علم حاصل کیا اوران کے عوام کو مشرق ومغرب پھیلایا۔

انھوں نے اپنے والد مہلب رحمہ اللہ سے، حسن بصری رحمہ اللہ سے اور جابر بن زید سے روایت کی۔ ہند علم کے ایک اونچے مقام پر فائز تھیں۔ باوجود اس کے وہ ایک امیر کی بیوی تھیں اور ایک امیر کی بیٹی، وہ نعمتوں کی گود میں پلی بڑھیں مگر یہ تمام چیزیں انھیں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کے مانع نہ تھیں۔ اپنے تفقہ بالدین اور حدیث نبوی کی روایت، عالمہ وزاہدہ ہونے کے باوجود اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں۔

عبداللہ القرشی کہتے ہیں کہ میں ہند کے گھر گیا تو ان کے ہاتھ میں سوت تھا۔ میں نے کہا آپ سوت کاتتی ہیں حالانکہ آپ امیر المومنین کی زوجہ ہیں؟!

انھوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے طاقتور اور زیادہ اجر والا وہ ہے جو شیطان سے بچتا ہے اور وساوس نفسانیہ کو دور کرتا ہے۔“ (تاریخ دمشق)

آپ سچ بولنے میں کسی کا لحاظ نہیں رکھتی تھیں اور نہ ہی کسی کی جھوٹی تعریف کرتی تھیں۔ ان کے اقوال میں عورتوں اور مردوں کے لیے نصائح ملتے ہیں ان کے خوبصورت اقوال میں عورتوں کے بارے میں یہ ہے کہ ”دو چیزیں ہیں کہ عورت کو ان سے امن حاصل نہیں ہوتا، مرد اور خوشبو۔“

یہ قاعدہ حکمت پر مبنی ہے۔ دین نے اختلاط (مردوزن) کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح عورت پر خوشبو کو اس کے باہر نکلنے کے وقت حرام قرار دیا ہے۔ یہ قول ان کی فقہی سمجھ بوجھ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور عورت ومرد کی نفسیات سمجھنے کی مہارت پر دال ہے۔

آپ فرماتی تھیں کہ عورتیں جتنا بھی اچھا لباس زیب تن کرلیں مگر عقل وادب ہی عورت کا اصل حسن ہیں۔ انہی کے ذریعے وہ اپنے شوہر، اردگرد کے اقرباء کے لیے نیک بخت بنتی ہے اور انہی کے ذریعے اپنی اولاد کی پرورش کرتی ہے۔

ان کی بزرگی کے قصے بھی ہیں جو ان کے زمانے کی عورتوں میں ان کے برگزیدہ ہونے کی علامت ہیں۔ اپنے پاس آنے والی عورتوں کا خوب اکرام کرتیں اور یہ سمجھتی تھیں کہ بھلائی اور کرم والا ہاتھ غنیمت ہے جہاں بھی ہو۔ فرماتیں جب تم نعمتیں آتی دیکھو تو ان کو ان کے زائل ہونے سے پہلے پہلے جلد شکر ادا کر کے حاصل کرلو۔ فرماتیں: اطاعت محبت سے ملحق ہے، اس لیے مطیع محبوب ہوتا ہے اگر چہ اس کا گھر دور ہو اور آثار تھوڑے ہوں اور معصیت نفرت سے ملتی ہے تو گنہ گار سے نفرت کی جاتی ہے، اگرچہ وہ تیرے قریب ہو اور اس سے فائدہ بھی حاصل ہو۔

کہا جاتا ہے عورت مرد کے مقابلے میں غم پر کم صبر کرنے والی ہوتی ہے۔ ثابت قطنہ جو اموی شاعر تھا، ہند بنت مہلب کے گھر ان کے بھائی مفضل بن مہلب کے قتل کے بعد آیا۔ ہند کے گرد عورتیں بیٹھی اس سے تعزیت کر رہی تھیں تو اس نے مرثیہ شعر پڑھے۔ مغموم بہن نے کہا: ثابت! بیٹھ جاؤ، مصیبت سے کوئی بچتا نہیں اور بہت سے مرنے والوں کی موت زندوں کی زندگی سے اچھی ہوتی ہے اور اس شخص کے قتل میں کوئی

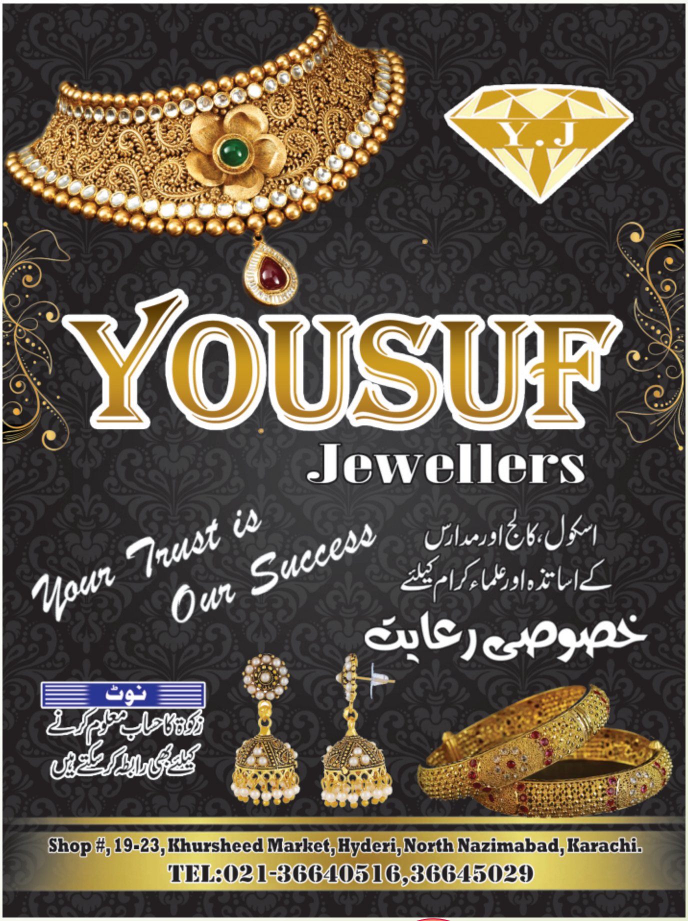

مصیبت نہیں جو اپنے دین کا دفاع کرتے ہوئے اپنے رب کا فرمانبردار ہوکر شہید ہوا۔ مصیبت تو اس میں ہے جس کی بصیرت کم ہوجائے اور جس کا ذکر اس کی موت کے بعد گم ہوجائے، مجھے امید ہے کہ مفضل اللہ تعالیٰ کے ہاں گم گشتہ نہیں ہوگا۔

آخر میں ان کے شوہر حجاج بن یوسف کی اپنی مجلس میں عورتوں کا ذکر چلنے پر اپنی بیویوں کے بارے میں مختصراً ذکر پیش خدمت ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہوا یہ کہ دربار میں ذکر چلا تو ہر ایک اپنی بیویوں کی تعریف کے انبار لگادیے تھے اور ان کے فضائل اور اچھی صفات بیان کیں۔

حجاج نے کہا: ''میرے پاس چار بیویاں ہیں۔ ۱: ہند بنت المہلب ۲: ہند بنت اسماء بنت خارجہ ۳: امّ الجلّدس بنت عبدالرحمن بن امید ۴: امۃ الرحمان بن جریر۔

تو دوستو! مری رات ہند بن المہلب کے پاس ایسی ہے جیسی نوجوان کی نوجوانوں میں کہ وہ کھیلے اور سب کھیلیں اور میری رات ہند بن اسماء کے پاس ایسی ہے جیسے بادشاہوں کی رات بادشاہ کے پاس اور میری ام الجلدس کے پاس رات ایسی ہے کہ ایک دیہاتی کی دوسرے دیہاتی کے ساتھ کہ گپ شپ ہو اور شعر گوئی، اور میری رات امۃ الرحمن کے ساتھ ایسی ہے جیسے ایک عالم کی علماء وفقہاء کے ساتھ گزرے۔

(بحوالہ وبشکریہ: دور تابعین کی نامور خواتین)

☆☆☆

محبوب حقیقی

بنتِ شکیل اختر

''کیا پڑھ رہی ہو؟''

''تسبیح پڑھ رہی ہوں خالہ! شوہر کی محبت کے لیے۔ پیسے کی تنگی، دنیا کے غم، بچوں کی بیماری سب جھیل لیتی ہوں جو اگر اُن کا موڈ ٹھیک رہے اور جب یہ ناراض ہوجاتے ہیں تو ہر غم پہاڑ بن جاتا ہے۔''

''چلو محبوبِ مجازی کی ہی خاطر محبوبِ حقیقی کو یاد تو کر رہی ہو۔'' خالہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

اس کے دل کو دھچکا سا لگا۔

عارضی اور فانی ساتھ کی محبت تو ایسی اور جو محبوبِ حقیقی ہے اس کو فقط ضرورت کے تحت یاد کرنا؟

ہائے یہ کیسی بے وفائی ہے؟

☆☆☆

جبین چیمہ

۲

اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا!

نجانے یہ کیسی آزمائش تھی جو ختم ہونے میں ہی نہیں آتی تھی مگر ان کے ابا کہتے تھے کہ یہ آزمائش ان کی کم اور باقی امتِ مسلمہ کی زیادہ ہے کہ ۵۷ اسلامی ممالک دن رات اسرائیلی درندوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ کلمہ گو مسلمانوں کو کیسے تہہ تیغ کر رہے ہیں مگر وہ مدد کے لیے تو کیا آتے، ان کی تو زبانیں بھی تالو سے چمٹ گئی ہیں۔

ابا کہتے کہ یہ ہم سے زیادہ پوری امتِ مسلمہ کا امتحان ہے کہ وہ اس آزمائش میں ہماری مدد کرتے ہیں یا اپنی تعیّشات میں مگن رہتے ہیں!

لیلیٰ کو ہمیشہ سے غزہ کے اِن کیمپوں کا رمضان کا مہینہ بہت پسند تھا۔

سحری کے وقت قاسم اور قاسم کے کیمپوں کے باقی دوست اکٹھے مل کر لوگوں کو جگانے نکلتے۔ وہ دف بجاتے ہوئے ان الفاظ میں پکارتے:

''اے بھائی! تم ان سلاخوں کے پیچھے آزاد ہو۔

اے بھائی! تم ان بندشوں سے آزاد ہو، جب تم اللہ پر یقین رکھتے ہو۔

اے بھائی! تم اندھیرے کو مٹاؤ گے، پھر دنیا میں ایک نئی صبح طلوع ہوگی۔

اے بھائی! تمھارے ہاتھ لہولہان ہو چکے ہیں، کیونکہ انھوں نے غلامی کی زنجیروں کو قبول نہیں کیا۔

تو اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاؤ کہ قربانیوں کے لہو میں یہ ڈوبے ہوئے ہیں۔''

قاسم اور اس کے ساتھی جب اگلے موڑ پر پہنچتے تو لڑکوں کی ایک اور ٹولی گاتی ہوئی نمودار ہوتی۔

''اے بھائی! ایسا لگتا ہے کہ تم نے جہاد چھوڑ دیا ہے اور اپنے کندھوں سے ہتھیار اتار دیے ہیں، تو پھر معذوروں کا دفاع کون کرے گا اور دوبارہ جھنڈا کون اٹھائے گا؟'' پھر قاسم کی ٹولی جواب دیتی: ''اے بھائی! میں آج بھی مضبوط ہوں۔

میں ناقابل شکست چٹانوں کی جڑوں کو آج بھی کھود سکتا ہوں، میں اپنا کلہاڑا اچلا کر اس دنیا سے تمام سانپوں کے سر کاٹوں گا (حتیٰ کہ وہ ختم ہو جائیں)

سو اگر میں قتل ہو گیا تو شہید ٹھہرا

اور تم عظیم الشان فتح حاصل کرو گے!''

اور پھر وہ سب پورے جوش سے کہتے:

''میں اپنے راستے پر پر اعتماد ہوں کہ وہ اللہ کی طرف جاتا ہے

جو بلندیوں اور روشنیوں کا رب ہے

تو چاہے میرا نفس مدد کرے یا میرے راستے کی رکاوٹ بنے

میں اپنے عہد پر پورا اتروں گا

اے بھائی! آگے بڑھو اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھو

تمھارا راستہ قربانیوں کے لہو سے سجا ہوا ہے

تم مدد کے لیے اِدھر اُدھر نہ دیکھو

سوائے آسمانوں کے کہیں بھی نہیں!''

اور پھر وہ سب مل کر پورے جوش سے اشعار گانے لگتے:

''کیونکہ ہم ٹوٹے ہوئے پروں والے پرندے نہیں ہیں

اور ہم آسانی سے دبنے والے نہیں ہیں

اور نہ ہم آسان نشانہ ہیں

اور میں نے معصوم لہو کے بہنے کی آواز سنی ہے

جو چیخ رہا ہے اور پکار رہا ہے کہ لڑو اور مزاحمت کرو!''

نوجوانوں کے یہ اشعار بڑے سنتے تو جوش سے گھروں سے باہر نکل آتے اور ان کے ساتھ شامل ہو جاتے۔

ایسے میں اسرائیلی درندے نشے میں دھت پڑے ہوئے ہوتے۔

شام میں ہر خیمے میں دستر خوان بچھتا اور جو جس کے پاس ہوتا وہ لا کر رکھ دیتا۔

قاسم چھوٹی سی عمر ہی میں سارے کیمپوں میں پہچانا جانے لگا تھا۔

لیلیٰ اٹھارہ سال کی ہوئی تو اردن سے آئے ایک صحافی ناصر بن داؤد سے اس کی شادی ہو گئی۔ ابا اسے اِس عقوبت خانے سے نکالنا چاہتے تھے، اسی لیے جس شخص نے پہلی بار لیلیٰ

1987ء سے خدمت میں مصروف

پھلبھری، برص

LEUCODERMA-VITILIGO

تمام جلدی بیماریوں کا مؤثر اور بے ضرر علاج

STEROIDS FREE
MOST PROGRESSIVE
TREATMENT

سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے

ایوارڈ یافتہ ممتاز معالج
اجمل زیدی کے صاحبزادے
اقدس زیدی
(ماہرِ برص)

کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام

کراچی قیام	1 مارچ تا 10 مارچ، 1 جولائی تا 10 جولائی، 1 نومبر تا 10 نومبر فارچون سنٹر آفس نمبر 706 ساتویں منزل شارع فیصل نرسری بالمقابل K.F.C کراچی فون: 69-7012068(021) موبائل: 8566188(0300)	ملتان قیام	12 مارچ تا 17 مارچ، 12 جولائی تا 17 جولائی، 12 نومبر تا 17 نومبر ہوٹل سلور سینڈ، ریلوے روڈ نزد چوک عزیز ہوٹل، ملتان فون: 62-4518061(061) موبائل 8566188(0300)
لاہور قیام	11 فروری تا 20 فروری، 11 جون تا 20 جون، 11 اکتوبر تا 20 اکتوبر مدینہ ٹاور، آفس نمبر 512 پانچویں منزل، مسلم ٹاؤن موڑ، فیروز پور روڈ، بالمقابل جامعہ اشرفیہ لاہور 0300-8566188	اسلام آباد مستقل پتہ	25 مارچ تا 25 مئی، 25 جولائی تا 25 ستمبر، 25 نومبر تا 25 جنوری مکان نمبر 62 سٹریٹ نمبر 20 سیکٹر G-8-1 تعلیمی چوک (سریا چوک) اسلام آباد موبائل: 8566188(0300)

leucodermatreatment@outlook.com

کے لیے دستِ سوال دراز کیا، ابا نے فوراً سے پہلے ہاں کر دی۔

لیلیٰ اپنے چھوٹی بہن اور بھائی سے دور جانے کے خیال سے بہت پریشان تھی مگر ابا اب مزید اسے یہاں نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ امی بھی ان کی ہم نوا تھیں۔

انھوں نے لیلیٰ کو اونچ نیچ سمجھا کر اس شادی کے لیے رضامند کر لیا۔

اور پھر وہ ان سب کو بہتی آنکھوں سے چھوڑ کر ایک نئی دنیا آباد کرنے چل دی۔

اور یہاں آ کر لیلیٰ نے پہلی بار آزادی کا مزہ چکھا تھا۔ اگرچہ وہ ساری زندگی جو اُس نے عقوبت خانے میں گزاری تھی، وہ ایک ڈراؤنا خواب بن کر اس سے اب بھی چمٹی رہتی۔ کبھی کوئی جہاز ان کے گھر کے اوپر سے گزرتا تو اس کا رنگ پیلا پڑ جاتا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگتی کہ ابھی یہ سارے مکان ملبے کا ڈھیر بن جائیں گے۔ وہ گھر سے باہر نکلتی اور جہاں کسی پولیس والے کو دیکھ لیتی تو چونکی ہو جاتی کہ یہ ابھی اسے آ کر گھسیٹ کر لے جائے گا۔ بچوں کو کھیلتے دیکھتی تو دائیں بائیں اور اوپر دیکھنے لگتی کہ کہیں سے اَن دیکھی گولیاں ان کی زندگی نہ چاٹ جائیں۔

رات کے وقت کبھی باہر کے دروازے پر دستک ہوتی تو وہ رو رو کر اپنے خاوند کو باہر جانے سے روکنے لگتی کہ باہر اسرائیلی درندے اسے لینے پہنچ گئے ہیں۔

دن کو وہ کھانا بنا رہی ہوتی تو بار بار کہتی نجانے یہ کھانا ہم دونوں کھا بھی سکیں گے یا نہیں؟ نجانے شام ہمیں نصیب ہوگی یا نہیں؟

اس نے اسی بے یقینی کی کیفیت میں غزہ کے مہاجر کیمپ میں اٹھارہ برس گزارے تھے، جہاں روزہ افطار کے وقت سارے لٹے پٹے لوگ جس کو جو میسر ہوتا وہ لا کر رکھتا، مگر اکثر اسرائیلی درندے دندناتے ہوئے کیمپوں میں گھس آتے۔ ان کے دسترخوان الٹ دیتے۔ کھانا مٹی میں ملا دیتے اور اگر کوئی احتجاج کرتا تو اسی وقت گولیوں کی بارش شروع ہو جاتی۔

بچے چونکہ جذباتی اور نڈر ہوتے ہیں سو وہ جواب میں اگر پتھر بھی اٹھا لیتے تو یہود کے ہاتھ بکا ہوا عالمی میڈیا دس دس گیارہ گیارہ سال کے ان بچوں کو فوراً دہشت گرد قرار دے دیتا جن کے سامنے آئے دن اُن کے ماں باپ کے جسموں کے چیتھڑے اڑائے جاتے تھے مگر بدلہ لینے کا تو کیا سوال وہ اونچی آواز تک نہ نکال سکتے تھے۔

اس ہر وقت کے خوف، وحشت اور بے بسی کے مقام سے دور جانے کے بعد اگرچہ وہ بظاہر پُرسکون ہو گئی تھی، مگر اسے قاسم اور اپنی چھوٹی بہن فریال بہت یاد آتے تھے۔

اسے اپنے امی ابا اکثر خواب میں نظر آتے۔ وہ ان سے ملنے کے لیے بے تاب رہتی۔ سوچتی کہ نجانے اب اپنے پیاروں میں دوبارہ دیکھ بھی سکوں گی یا نہیں؟

انہی دنوں ایک دن لیلیٰ کا میاں ناصر گھر آیا تو وہ بہت پُرجوش تھا۔

”لیلیٰ او لیلیٰ!“ وہ اسے آوازیں دیتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔

”بھئی لیلیٰ کدھر ہو! سنو تو سہی۔ ایک بہت بڑی خبر لے کر آیا ہوں۔“

”کیا ہوا؟“

وہ کمرے میں ظہر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ جلدی سے جائے نماز تہہ کرتی ہوئی باہر نکلی۔

”مصر میں پچھلے سال جو الیکشن ہوئے تھے ناں جس میں عام شہری بالکل لاتعلق رہے تھے اور جس میں حسنی مبارک نے سو فیصد سیٹیں حاصل کی تھیں۔“ ناصر بولا۔

”ہاں ہاں، کیونکہ کسی اور پارٹی کو الیکشن میں کھڑے ہونے کی اجازت ہی نہیں تھی۔“ لیلیٰ طنزیہ لہجے میں بولی۔

”بالکل...... اب اسی حکومت کے خلاف نفرت کا وہ طوفان جو لوگوں کے دلوں میں نجانے کب سے پنپ رہا تھا، یکدم پھٹ پڑا ہے۔ مصر میں انتہا کی بے چینی پائی جاتی ہے۔ آج بھی تحریر اسکوئر پر لاکھوں لوگ جمع تھے اور وہ صدر حسنی سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے۔“ ناصر نے بڑے جوش سے بتایا۔

”نجانے اِن ملکوں کی تقدیر کب بدلے گی؟ فوجی حکمرانوں نے طاقت کے زور پر لوگوں کے گلے میں پھانسی کے پھندے فٹ کر رکھے ہیں۔ ذرا سی مخالفت پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے جاتے ہیں۔ اب دیکھیں کتنے لوگ ان مظاہروں کی نذر ہوتے ہیں۔“ لیلیٰ دکھ سے بولی۔

”ہوسکتا ہے اس دفعہ پھر سارا الزام اخوان پر آ جائے، حالانکہ وہ تو کئی برسوں سے پابندیوں کی زد میں ہے۔“ ناصر پرسوچ انداز میں بولا پھر چونکا۔ ”خیر فی الحال تمھیں یہ خوشخبری سنانی تھی کہ مجھے میرے اخبار والے قاہرہ رپورٹنگ کے لیے بھیج رہے ہیں، بس جلدی سے تیاری کر لو، ایک دو دن میں جانا ہے۔“

”اوہ۔“ لیلیٰ کے لیے یہ خبر بے حد غیر متوقع تھی۔

وہ کچھ لمحے خاموش رہی، پھر بولی: ”ناصر! کیا پتا ہمیں کوئی ایسا موقع مل جائے کہ میں اپنے گھر غزہ جا سکوں۔ مجھے دو ڈھائی سال ہو گئے ہیں اپنے پیاروں کی شکل دیکھے۔“

لیلیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

”چلو جی اِدھر تو رونے کے بہانے چاہییں، ارے بھئی رومت، میں پوری کوشش کروں گا کہ کسی بھی طریقے سے ہم ایک دفعہ غزہ ہو آئیں۔“ ناصر نے اسے چپ کراتے ہوئے کہا۔

”اگر حسنی مبارک کو لوگ ہٹا بھی دیتے ہیں تو اس کا بیٹا جسے حسنی مبارک نے اسی لیے تیار کیا ہے، وہ حکومت سنبھال لے گا یا پھر انہی جیسا کوئی اور۔“

لیلیٰ غزہ کی پلی بڑھی تھی، وہ عام گھریلو عورتوں کی طرح حالاتِ حاضرہ سے بے خبر نہیں رہتی تھی۔ مصر کے حالات سے وہ مایوس تھی۔

”دیکھو کیا لکھا ہے تقدیر امم میں، خیر میں اپنا اور تمھارا پاسپورٹ لینے آیا ہوں تاکہ مصر کے ویزے لگوائے جا سکیں۔“

پھر وہ دونوں پاسپورٹ لے کر چلا گیا۔

(جاری ہے)

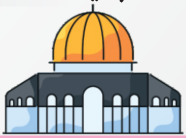

جاڑا ملنے آیا تھا!

نجمہ ثاقب

شام پڑے سے پہلے پہلے
کمرے میں لوبان جلا کے
بیوی نے چولھے کے اوپر
قہوہ دان چڑھایا ہے
قہوے کی سوندھی خوشبو نے
سارا گھر مہکایا ہے
آنگن سے دالان کو جاتی
سیلی سیلی سی دستک نے
دروازہ کھٹکایا ہے
اے لو! یہ کون آیا ہے؟ منے! جا کے باہر دیکھو
دروازے پہ پُروا ہوگی
یا...... بادل کی جروا ہوگی!
منالاٹو چھوڑ کے بھاگا
منیا کا گھر توڑ کے بھاگا
اینٹوں کی دہلیز کے اوپر
دھندلا دھندلا سا سایہ تھا
ٹک ٹک ٹک ٹک
دانت بجاتا
جاڑا ملنے آیا تھا!

☆☆☆

محبت کی بنیاد

بنت نجم الدین

"حسن! مجھے یقین نہیں آتا یہ وہی بہنیں ہیں کہ جب اماں رشتہ مانگنے ان کے گھر گئی تھیں تو ان کی اماں نے کہا تھا کہ بھئی میری بیٹیوں میں بہت محبت ہے یہ دونوں تو علیحدہ گھر میں جانے کا سوچ بھی نہیں سکتیں۔" محسن کہہ کر طنزیہ ہنسی ہنسا۔

"ہاں بھئی سب کچھ یاد ہے، بلکہ شادی کے بعد کے وہ دو تین سال بھی جب مثالی محبت کا یہ رنگ خوب جما ہوتا تھا۔ ایک بار میں نے ثانیہ کو اپنے دوست کے گھر چلنے کو کہا تو فوراً بولی تھی: "میں تو تانیہ کے بغیر نہیں جاؤں گی۔" حسن نے اسی کے انداز کو کہا۔

"اولاد کو فتنہ یونہی تو نہیں کہا گیا ناں"، محسن نے اداسی سے کہا۔

دونوں بھائی دل کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔

"بچے تو آپس میں لڑ ہی پڑتے ہیں پھر ایک بھی ہو جاتے ہیں، جب اتنی ہی مثالی محبت ہو تو پھر بچوں میں فرق تو نہیں ہونا چاہیے ناں۔ کل آپ کے حمزہ نے رمشا کی پونی کھینچ لی، اس کی بھیں بھیں جو شروع ہوئی تو تانیہ فوراً مقابلے پر اتر آئی پھر بھلا ثانیہ بھابی نے کہاں پیچھے رہنا تھا، میں خاموش تماشائی بنا مثالی بہنوں کی مثالی محبت دیکھتا رہا۔" حسن ہنس دیا۔

محسن بولا: "بس پھر رات گئے تک وہی رٹ شروع ہو گئی کہ کچھ بھی ہو جائے، مجھے اب الگ رہنا ہے، میں اب صبر نہیں کروں گی۔ اب بھائی! میں بہت پریشان ہوں، مجھے حل بتائیں کہ یہ گھر کے جھگڑے کیسے ختم ہوں گے؟ اگر آپ کے پاس کوئی حل ہے تو بتائیں ورنہ میں نے ایک بات سوچی ہے۔"

"اچھا! تمھارے پاس کیا حل ہے؟"

حسن نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میرے دوست رفیق کا ایک کمرے کا گھر ہے، خالی ہے اِس وقت، سوچ رہا ہوں کہ ایک دو ماہ کے لیے لے لیتا ہوں، جب عقل ٹھکانے آئے گی تو سب مطالبے ختم ہو جائیں گے۔"

"لیکن محسن! تم اپنے محل جیسا گھر چھوڑ کر اس تنگ کوٹھڑی میں کیسے رہ پاؤ گے؟"

"بھیا! اب کچھ تو کرنا ہے ناں۔ میں نے خود ہی اس چھوٹے گھر کا سوچا ہے ورنہ محترمہ کا مطالبہ تو یہ ہے کہ گھر کے بیچ میں دیوار کھڑی کی جائے۔ اب بھلا ہم اتنے پیارے گھر کو دو حصوں میں محض ان دونوں بہنوں کی نااہلی کی وجہ سے تقسیم کر دیں؟"

حسن نے خیالوں میں ہی گھر کو دو حصوں میں تقسیم کیا، پھر سر ہلا کے بولا:

"ہاں محسن! بالکل بھی اچھا نہیں لگے گا ہمارا گھر، ہمیں تو بڑے گھر کی عادت ہے، بچے کتنے مزے سے صحن میں جو کھیل دل چاہے کھیل لیتے ہیں، بہنوں کے بچے آئیں تو محسوس بھی نہیں ہوتا، یہ خیال تو تانیہ کا بالکل اچھا نہیں۔"

حسن محسن کے مقابلے میں سنجیدہ ذرا کم ہی ہوتا تھا۔ ابھی بھی مزے سے پوری منظر کشی کر دی۔

"حسن بھائی! آپ نے ثانیہ بھابی کی رائے نہیں بتائی؟"

محسن نے حسن کو کہا تو وہ بولا: "ارے میرے بھولے بھائی! میرا رعب ہی اتنا ہے کہ کچھ کہنے کے لیے لب کھلتے ہی ہیں کہ میری غصیلی نگاہیں کچھ بولنے نہیں دیتیں، لہٰذا اس کی دل کی بات دل ہی میں رہتی ہے۔"

"تبھی تو آپ ٹینشن فری رہتے ہیں۔ یہاں تو ہمارے سر پر بولنے والی مشین جو شروع ہوتی ہے تو جب تک دونوں ہاتھ نہ جوڑ لوں بند ہی نہیں ہوتی۔ ہائے میرے نصیب، کیسے لاڈ سے ماں نے میرے پلے باندھی تھی۔" حسن پھر مسکرایا۔

دونوں بھائیوں کا کاروبار مشترک تھا۔ آپس کی محبت بھی مثالی تھی، جس نے دونوں کو جوڑا ہوا تھا۔ گھر میں کچھ بھی ہو جائے وہ اپنا دل ایک دوسرے سے صاف رکھتے تھے، دکان پر آ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتے۔

"بھائی! آپ خفا نہ ہوئیے گا کہ میں نے علیحدگی کی بات کی ہے، یہ میں نے صرف سبق سکھانے کے لیے سوچا ہے۔"

"مگر محسن! تم اس نئی چھوٹی سی جگہ پر کیسے رہو گے؟ میں ہی چلا جاتا ہوں کیونکہ سبق سکھانے کے لیے تمھارا یا میرا جانا ایک ہی بات ہے۔"

"نہیں حسن بھائی! پھر تانیہ کو کیا فرق پڑے گا؟ ساری بات تو اسی کی ہے، مطالبہ بھی اسی

کا ہے، آج میں کرتا ہوں بات، بس آگے آپ سنبھال لیجیے گا۔''

☆......☆

محسن کے بیوی بچے کیا نکلے، ثانیہ نے خود کو پورے گھر کی ملکہ سمجھ لیا۔ جھٹ بولی کہ ایک کمرہ مہمان خانہ بنا لیتے ہیں، ایک کمرہ بچوں کے پڑھنے کا، آپ ذرا فینسی ایل ای ڈی بلب لا دیں ان کمروں میں، بچوں کو ٹیوشن بھی گھر ہی میں پڑھا لیا کریں گے، اس کمرے کا دروازہ تو ویسے بھی گلی کی طرف ہے۔''

حسن حیرت سے چپ چاپ بس اسے دیکھ رہا تھا۔

''ایک دو جھولے بھی لگوا لیں صحن میں، میرا تو کب سے ارادہ تھا لیکن تانیہ کے بچے کسی بلا سے کم نہ تھے۔ اب ہمارے بچے اپنی مرضی سے کھیلے کودیں گے، لڑائی جھگڑے کا بھی ڈر نہیں۔'' حسن ٹکٹکی باندھے تاسف سے اسے دیکھتا رہا۔

آج اس نے غصیلی نگاہوں سے اسے گھورا بھی نہیں تھا کہ وہ چپ ہو جاتی۔ وہ تو بھائی کے عارضی طور پر چلے جانے پر بھی اپنا ٹوٹتا ہوا اداس وجود دیکھتا تو کبھی اس بہن کو دیکھ رہا تھا جسے اپنی بہن سے جدا ہونے کا ذرہ برابر بھی کوئی ملال نہیں تھا۔

آج جب دونوں بھائیوں کی واپسی پر راہیں جدا ہوئی تھیں تو اس وقت دونوں کے دل کتنے دکھی ہوئے تھے، یہ وہ دونوں ہی جانتے تھے۔

☆......☆

''یہ آپ مجھے کہاں لے آئے؟''

تانیہ نے کمرے کو حیرت سے دیکھا۔

محسن نے جب الگ ہونے کی خبر اسے سنائی تھی تو اس نے خوشی میں زیادہ کھود کرید ہی نہیں کی تھی کہ ہم جا کہاں رہے ہیں۔ آج سامان اور بچوں کے ساتھ وہ آئی تو اسے زبردست دھچکا لگا تھا۔

''کیا مطلب؟'' محسن نے تانیہ کو دیکھا۔

''یہ...... یہ گھر ہے یا بیٹھک؟''

''تمھیں الگ ہونا تھا ناں؟ سکون کی تلاش تھی ناں، اس کے لیے بڑا گھر کا ہونا ضروری تو نہیں، اور اتنی جلدی میں کہاں تلاش کرتا پھرتا، یہ بھی مل گیا تو غنیمت سمجھو۔''

''مگر ثانیہ تو اتنے بڑے گھر میں موج کرے اور میں یہاں؟'' وہ بپھر سی گئی۔

''دیکھو، آواز نیچی رکھو، یہ وہ گھر نہیں ہے، یہاں تماشا لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ثانیہ بھابی نے الگ ہونے کو کبھی نہیں کہا تھا، وہ تو حسن بھائی کے سامنے آواز بھی نہیں نکال سکتیں، تمھارا ہی مطالبہ تھا یہ۔''

آج محسن کی آواز بھی بلند تھی۔ اپنے منصوبے کے تحت ہی سہی مگر اپنا گھر چھوڑ کر اس کا دل رو رہا تھا۔ تانیہ اس کا لہجہ اور حالت دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

''مگر بچے کہاں کھیلیں گے؟''

شادی میں دینے کے لیے ایک قیمتی تحفہ

دُلہا دُلہن نیک ہوں گے تو ایک بھی ہوں گے اِن شاءَاللّٰہُ تعالیٰ

نیکی کی طرف مائل کرنے میں مددگار کتب

تحفہ دُلہن

- خوشگوار زندگی کے سنہری اصول
- کامیاب بیوی کی 6 خوبیاں
- سسرال میں خوش رہنے کی تدابیر
- ایک ماں کی 10 وصیتیں

تحفہ دُلہا

- نیک بیوی کے لیے دعائیں
- پُرسکون زندگی بنانے میں مددگار
- باہمی محبت اور جھگڑوں سے حفاظت کی تدابیر

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف

اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیتُ العِلم

کراچی فون: 021-32726509، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

”یہ تمھاری فکر نہیں، وہ اپنی کھیل کی جگہ خود بنالیں گے۔“
محسن دوبدو جواب دے رہا تھا، اب ہمت تو دکھانی ہی تھی۔
”امی! ہم اپنے گھر کب جائیں گے؟“
بیٹی رمشا رو دینے کو تھی۔ سلمان بھی ماں کی گود میں سر رکھ کر رو دیا۔
”امی! طلحہ بھیا یاد آرہا ہے۔ امی ہمارا گھر بہت اچھا تھا واپس چلیں ناں۔“
بڑے بیٹے نے بہت اداسی سے کہا۔
تانیہ چپ رہی، کیا بولتی۔
محسن غصے سے بولا: ”بس ہمارا گھر اب یہی ہے، یہاں تمھاری کسی سے لڑائی نہیں ہوگی، وہاں تمھیں کوئی کھیلنے نہیں دیتا تھا ناں تو اب خوب کھیلو کودو، میرا دماغ نہ کھاؤ۔“
تانیہ کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا کر رہ گیا تھا۔

☆......☆

محسن کو الگ ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ تانیہ نے یہ ہفتہ جتنی مشکلوں میں گزارا تھا، ثانیہ اتنا ہی خوش تھی مگر پھر اچانک اس کی خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی۔ حسن کے گھر ان کی بڑی بہن ایک ہفتہ رہنے کے ارادے سے آگئیں۔
بڑی باجی کی فطرت میں بات بات پر نکتہ چینی کرنا بہت تھا۔ ان کی اسی فطرت کے پیش نظر ثانیہ نے اچھے سے اچھا انھیں کھلایا پلایا اور خدمت کی مگر وہ روزانہ ہی کوئی نہ کوئی ایسی بات کرجاتیں کہ ثانیہ بری طرح کلس کے رہ جاتی۔
پچھلا ایک ہفتہ جتنا خوشی کا گزرا تھا، اب یہ دن اسے اتنے ہی زہر لگ رہے تھے۔ تانیہ کی موجودگی میں بڑی باجی ذرا سنبھل کر بولتی تھیں، کیونکہ وہ کسی کی غلط بات برداشت نہ کرتی تھی۔ تانیہ کے ہوتے ہوئے کام بھی آدھا ہوجاتا تھا، کیونکہ بڑی باجی باری باری دونوں طرف جاتی تھیں۔ اب اتنے بڑے گھر کی صفائی بھی اس کے ذمے ہوگئی تھی، ساتھ ہی باجی کے آنے سے مزید کام بڑھ گیا تھا۔ انھوں نے اور ان کے چاروں بچوں نے ثانیہ کو پورے ہفتے تگنی کا ناچ نچائے رکھا۔ اس ایک ہفتے میں بڑی باجی کی وجہ سے دونوں چھوٹی نندوں نے بھی دو بار چکر لگالیا تھا، جبکہ محسن کے گھر کوئی نہیں گیا تھا کہ ایک کمرے کے گھر میں کون جاتا، سو ثانیہ بہت بری طرح تھک گئی تھی۔

☆......☆

اتفاق یہ ہوا کہ جس دن بڑی باجی اپنے گھر لوٹیں، ثانیہ نے سکون کی لمبی نیند لینے کا ارادہ کیا، اس کی بیٹی ثمرہ کے پیٹ میں اچانک شدید درد اٹھ گیا۔ رات کا آخری پہر تھا۔ پہلے گھر میں رکھی دوائیں دیں لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔
ثمرہ اب چیخ چیخ کے رو رہی تھی۔
”سنیں! اب مزید نہیں دیکھا جاتا، کیسے تڑپ رہی ہے، بس ثمرہ کو اسپتال لے چلتے ہیں۔“ حسن نے سوئے ہوئے طلحہ اور طٰہ کو دیکھا۔
”پھر اُن کے پاس کون ہوگا؟ محسن اور تانیہ بھابی تو ہیں نہیں جن کے پاس انھیں چھوڑ جاتے۔“ ثانیہ نے بے بسی سے گھر پر نگاہ دوڑائی۔ جس گھر کی تنہا ملکیت کو وہ خوش بختی سمجھ رہی تھی، آج یکا یک اُس کی حیثیت گر گئی تھی۔ اکیلے رہنے کا خیال غلط ثابت ہوا تھا۔
اب اسے جہاں بھی جانا تھا، تینوں کو ساتھ لے کر جانا تھا، وہ دعا کرنے لگی کہ ثمرہ کی طبیعت ٹھیک ہوجائے، ورنہ رات تینوں بچوں کے ساتھ اسپتال میں غارت ہوجاتی۔
نجانے اس کے وظیفے کا اثر تھا یا اس کے ٹوٹکوں کا کہ ثمرہ کو آرام آنے لگا۔ وہ پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرتی رہی، ثمرہ تو جلد ہی سو گئی لیکن وہ خود نہ سو سکی۔

☆......☆

مجھے سمجھ میں نہیں آتا یہ اتنا پھیلاوا کیوں ہونے لگا ہے؟ گھر صاف کر کر کے تھک جاتی ہوں، مجال ہے جو کچھ دیر بھی صاف رہ جائے۔ کچھ سوچیں، میں کب تک کھپتی رہوں گی، بچے یہاں آکر چڑچڑے ہوگئے ہیں۔ آپ تو صبح چلے جاتے ہیں رات کو آتے ہیں، مجھ سے پوچھیں میں کیسے رہتی ہوں یہاں اس دڑبے میں، میرا دم گھٹتا ہے یہاں۔“
تانیہ روہانسی ہوگئی۔
”میں لایا ہوں تمھیں اس محل سے نکال کر؟ چاہت بھی تو تمھاری تھی ناں الگ گھر کی!“
”اب بس بھی کردیں یہ طعنہ، بچوں کو کھلے صحن میں کھیلنے کی عادت ہے تو یہاں ذرا سی بات پر لڑ پڑتے ہیں۔ نہ میں کہیں آجاسکتی ہوں، میرا تو دماغ ہی بند ہوگیا ہے اس بند گھر میں اور آپ مجھے ہی سنائے جاتے ہیں۔“
تانیہ جلی بیٹھی تھی۔
”میں کچھ نہیں کرسکتا، دُکان سے تھک کر آؤ تو میرا دماغ تم سن کردیتی ہو۔ اب اپنے مسئلے خود ہی دیکھو، میں دوبارہ گھر نہیں بدل سکتا، بچوں کے اسکول کے قریب اور میری دکان کے قریب اس مکان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں مل رہا۔“
محسن اب جائز باتوں پر غصہ کرنے لگا تھا۔
”آپ نے بھی تو آسانی سے اتنا بڑا گھر حسن بھائی کے حوالے کردیا۔“
تانیہ نے کہا تو محسن غصے سے بھڑک اٹھا۔
”اب اس سے آگے ایک لفظ نہ بولنا، میں نے تمھارا ساتھ دیا ہے اپنے بھائی کا ساتھ چھوڑ کر۔ محبت تو تمھاری بھی مثالی تھی، یہی کہتی تھیں ناں تمھاری اماں!؟“
تانیہ چپ رہی اور پھر اچانک رونے لگی۔
محسن اس کے آنسو دیکھ کر نرم پڑ گیا۔ سمجھاتے ہوئے کہنے لگا:
”دیکھو خود ہی سوچو، جب تک بچے نہیں تھے، تم دونوں بہنوں میں ہم بھائیوں سے بھی زیادہ پیار تھا، بچوں کی ذرا ذرا سی بات کو پھر تم لوگوں نے طول دینا شروع کردیا۔ بچوں کی وجہ سے لڑ پڑنا یہ بڑوں کی بے وقوفی ہوتی ہے۔ بچے تو بچے ہی رہتے ہیں۔ کھیلتے بھی ہیں، لڑتے بھی ہیں، پھر ایک ہوجاتے ہیں۔ میں وہاں بھی تمھیں سمجھایا کرتا تھا یہاں بھی کہتا ہوں کہ اپنی مثالی محبت کو دوبارہ سے دل میں پکڑو، بہن بہن کا رشتہ ہے اور دیورانی جٹھانی کا بھی۔ یہ رشتہ تو مضبوط ہونا چاہیے۔ مجھے بتاؤ وہاں تمھیں جتنا سکون تھا یہاں آکر اتنی ہی بے سکونی نہیں ہے؟ سکون کی تلاش الگ گھر میں نہیں کی جاتی، وہاں رہ کر آپس کی محبت اور دل کی صفائی کے ساتھ سکون کو برقرار رکھنا تھا۔“
محسن سمجھ گیا تھا کہ اس موقع پر چوٹ پڑنے سے فائدہ ہوگا، سو اس کی کیفیت بھانپ کر بولتا چلا گیا۔
”جن بچوں کی خاطر تم نے وہ گھر چھوڑا ہے، کیا یہ بچے خوش ہیں یہاں؟ آج مہینہ ہونے کو ہے، مجھے بتاؤ کون سا دن ہے جس دن یہ روئے نہ ہوں، وہاں جانے کی ضد نہ کی ہو؟ تم

نے تو بچوں کو آپس کی محبت سکھائی تھی۔ خود ہی محبت کو کمزور کر بیٹھیں تانی!''

محسن نے پیار سے اسے پکارا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ تانیہ کے چہرے پر پہلی جیسی رونق نہیں رہی تھی۔

وہ چپ ہوا تو وہ دھیرے سے بولی: ''آپ ٹھیک کہتے ہیں، مجھے احساس ہو گیا ہے۔''

☆......☆

دوسرے دن دکان پر محسن نے خوش ہو کر اپنی گفتگو اور تانیہ کے الفاظ حسن کو بتائے۔ حسن نے بھی ثانیہ کی حالت بتائی کہ اب اسے بات بات پر تانیہ کا خیال آ جاتا ہے۔ کہتی ہے کہ بچے اسکول چلے جاتے ہیں تو اتنے بڑے گھر میں ننھے حماد کے ساتھ رہتے ہوئے دل ڈرتا ہے۔ مگر دونوں ہی واضح طور پر کہنے سے کترا رہی تھیں۔

☆......☆

''آج تو مہینہ ہو گیا محسن کو گھر سے گئے ہوئے۔''

حسن نے جان بوجھ کر ثانیہ کے سامنے ذکر چھیڑا۔

''کیا محسن بھائی کرایہ بھی دیں گے؟'' ثانیہ نے پوچھا۔

''تو مفت کون رکھتا ہے اپنے گھر میں؟ ظاہر ہے دکان پر بوجھ بڑھ جائے گا۔''

''تو یہاں آ جائیں ناں واپس۔'' ثانیہ نے بظاہر بے نیازی سے مگر دل سے کہا۔

''تمھیں اچھا لگے گا؟ اور وہ تمھارے منصوبے!''

حسن نے اسے چھیڑا۔

اب ثانیہ سے ضبط نہ ہوا، وہ کتنی بے نیازی دکھاتی، بھیگی آنکھوں کے ساتھ بولی:

''مکیں سے ہی تو ہے مکاں کی رونق، جب سے تانیہ گئی ہے مجھے تو پورے گھر سے وحشت سے ٹپکتی نظر آتی ہے، اسی لیے تو میں نے اس ماہ بچوں کی اسکول کی چھٹیاں بھی زیادہ کروائیں۔''

یہ راز حسن پر آج کھل رہا تھا۔ واقعی یہ پہلا موقع تھا کہ بچے اسکول جانے سے انکار کرتے تو ثانیہ بھی کہہ دیتی کہ خیر ہے کل چلے جائیں گے۔ وجہ اب وہ خود بتا رہی تھی۔

''تو تم تانیہ کو خود جا کر کیوں نہیں لے آتیں؟ تم تو سمجھ دار ہو، بڑی ہو اپنا بڑا پن دکھاؤ، وہ چھوٹی ہے، جذباتی بھی، پھر تم بہنوں کی محبت کی تو مثالیں دی جاتی تھیں میکے میں اور شروع میں تو سسرال میں بھی خوب داد وصول کی، میں تو سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں کی محبت کو کسی بدخواہ کی نظر کھا گئی، لیکن خیر ابھی کچھ نہیں بگڑا، اب خدارا اس محبت کو دوبارہ مضبوط کر لو، نہ ہم بھائیوں کا سکون خراب کرو نہ اپنا۔ بچوں نے آپس کا جوڑ اور محبت ہم سے سیکھنی ہے، اُن میں توڑ پیدا نہ کرو میری مانو تو آج ہی چل کر انھیں لے آتے ہیں۔''

ثانیہ خاموش تھی، پھر بولی: ''اچھا ٹھیک ہے۔''

اور تانیہ تو جیسے بے تاب تھی۔ ثانیہ کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔

ثانیہ کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ وہ گلوگیر لہجے میں بولی:

''تانیہ! تمھیں کیا ہوا؟ اتنی کمزور ہو رہی ہو؟''

ثانیہ نے تانیہ کے چہرے کی بے رونقی دیکھی پھر ارد گرد دیکھا۔

''تم نے اس تنگی میں کیسے ایک ماہ گزار لیا؟'' تانیہ کچھ نہیں بولی۔

بچے تو یوں آپس میں خوش ہو کر ملے جیسے برسوں کے بچھڑے ہوں، فوراً ہی اچھل کود شروع ہو گئی۔

دونوں بہنیں ہاتھ پکڑے پھر سے محبت کی بنیاد رکھ رہی تھیں۔

محسن کے دل بے چین کو قرار آ رہا تھا۔ اس کی نظریں تانیہ کی چہرے کی مرجھائی کو شادابی میں بدلتا دیکھ رہی تھیں۔

اسی وقت بچے کھیلتے کودتے اندر گھس آئے، کیونکہ باہر کھیل کی جگہ ہی نہیں تھی۔

''ارے ارے دیکھا محسن! اگر گھر میں دیوار آتی تو ایسے بچے ہمارے سر پر ناچتے، چلو چلو بھئی اس سے پہلے کہ ہم سر درد لے کر جائیں۔''

حسن کھڑے ہوئے تو تانیہ کو چائے کا خیال آیا۔

''نہیں باہر ہی سے پئیں گے۔ بچھڑے بچوں کی تفریح بھی ہو جائے گی۔ کیا خیال ہے محسن۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

''بہت اچھا'' محسن کا چہرہ گل و گلزار تھا۔

دونوں بہنیں بھی بچوں کو سنبھالتیں پیچھے ہی چل دیں۔

☆☆☆

مقصدِ حیات

بزم خواتین میں ظاہر ہے خواتین ہی کی بزم ہو گی، سو یہاں 'صنفِ کرخت' کا کوئی کام نہیں لیکن 'یہ جہاں چیز ہے کیا' ایسا شاندار ناولٹ ہے کہ اس پر اپنے تاثرات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آخری قسط والے شمارے ۱۰۵۵ کا سرورق اتنا خوب صورت اور مسحور کن ہے کہ بیان سے باہر۔ ناولٹ آغاز سے اختتام تک قاری کو جکڑ لینے کی خاصیت رکھتا ہے۔ پہلی قسط ہی سے یہاں لوگوں کو خیال تھا کہ بہت زبردست ناولٹ ہے۔ ہر آئندہ قسط پہلی سے بڑھ کر دلچسپ اور ایمان افروز تھی۔ مومنہ اسم بامسمی کردار ہے اور حسین بھی۔ لالچی رشتے داروں کا کردار بالکل حقیقی اور فطری لگا۔ نانی اماں اور استانی صاحبہ کے کردار روشن چراغ کی مانند ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ طالب علم یا طالب معرفت جنھیں ایسے رہنما مل جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ، روشنی کا ایسا منارہ ہے جو کامیابی کا یقینی اور واحد رستہ ہے۔ غیرت دین، حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدمت، اطاعت، سادگی، ایثار اور اخوت کے اسباق سے لبریز یہ ایک یادگار ناولٹ ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ حقیقت کے قریب کردار نگاری اور مکالموں نے ناول کو چار چاند لگا دیے۔ اللہ پاک ہر مسلمان مرد و عورت کو حسین اور مومنہ جیسا بنائیں کہ وطنیت کی بجائے امت کا رشتہ سب سے اوپر ہو۔ مظلوم مسلمانوں کے لیے دعا تو ہر کوئی کر ہی سکتا ہے۔ اصل غم، غلبہ اسلام کا غم، امت کی زبوں حالی کا غم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مقدسات کی توہین کا غم ہمارے دلوں کو لگ جائے تو دنیا کے غم بھول جائیں۔ مسلمان نوجوانوں کا بے مقصد زندگی کے ساتھ، یورپ امریکا پہنچنے کو مقصد بنا لینا المیہ در المیہ ہے جس دین کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس لہو بہا، وہ دین ہمیں بغیر محنت کے مل گیا تو اس کی قدر نہیں، اس کی سر بلندی ہی ہمارا مقصد حیات ہونا چاہیے۔ (ابوالحسن۔ سینٹرل جیل، کراچی)

ج: خواتین کی بزم، خواتین ہی سے خاص رہے، اس لیے آپ کے تاثرات و جذبات کو الگ سے شائع کر رہے ہیں۔ اس طرح آپ کا تبصرہ زیادہ نمایاں بھی ہو گیا۔

بکھرے رشتے

اہلیہ محمد ابراہیم صدیقی۔ باغ ملیر، کراچی

بڑے زور و شور سے دروازہ پیٹا جا رہا تھا۔

حفصہ دوڑیں۔ "یا اللہ! اتنی صبح کون آ گیا......؟"

دروازہ کھولا تو ان کا لاڈلا بھائی موجود تھا: "ارے تُو کب آیا......؟"

"آپا! رات ہی پہنچا ہوں، رات بھر سب جاگے تھے، فجر پڑھ کر سو گئے، مجھے آپ سے ملنے کی بے چینی تھی اس لیے چلا آیا۔"

"بیٹا! ایسی کیا جلدی تھی؟ تھکن اتر جاتی تو آرام سے آ جاتے، دو گھنٹے کا سفر کر کے تم مجھ سے ملنے پہنچ گئے۔"

"مجھے آپ کے گھر ناشتہ جو کرنا تھا۔" اس نے اطمینان نے جواب دیا۔

"وہ تو میں ابھی تیار کرتی ہوں، تم منہ ہاتھ دھو کر تازہ دَم ہو جاؤ۔"

ناشتہ کر کے عکاشہ آرام سے سو گیا۔ اتنا سکون تو اسے اپنے بچوں سے مل کر بھی نہیں ہوتا تھا، جتنا آپا سے مل کر محسوس ہوتا تھا۔ اس نے اپنی ماں جیسی بہن کی محبتوں، عنایتوں کو ہر لمحہ یاد رکھا تھا۔

فون کی گھنٹی بجی۔

حفصہ نے ریسیو کیا تو عکاشہ کی بیوی تھی۔

بغیر سلام کے پوچھا گیا: "عکاشہ اِدھر آئے ہیں کیا......؟"

"ہاں وہ صبح آیا تھا، ناشتہ کر کے سو گیا ہے۔"

"ہوں......" اس نے غصے سے کہا۔ "جتنا ملنا ہے مل لو، یہ آخری بار ہے، اب میں ایسا انتظام کروں گی کہ تم اُس کی مری ہوئی شکل بھی نہ دیکھ سکو گی۔"

"ہائے اللہ! کیا کہہ رہی ہو؟" وہ لرز کر رہ گئیں۔

فون بند ہو چکا تھا۔ اُن کا دل بند ہونے لگا۔ انھیں لگا آخری بار اپنے بچوں جیسے بھائی کو دیکھ رہی ہیں۔ دل گواہی دے رہا تھا کہ اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں۔

بھائی کو اٹھایا کہ اٹھ جاؤ بہت سو لیا، پھر پوچھا: "سن تُو گھر میں بتا کر آیا تھا؟"

"جی آپا! بس چھوٹی جاگ رہی تھی اسے بتا کر آ گیا تھا، کیوں؟ کیا کوئی فون آیا تھا؟ کسی نے کچھ کہا کیا آپا......؟"

وہ پوچھتا رہا مگر وہ خاموشی سے ٹال گئیں۔ اگر بیوی کا کہا ہوا بتا دیتیں تو بھائی کا گھر ٹوٹ جاتا، وہ بہن کے معاملے میں اتنا ہی جذباتی تھا۔

گلے لگا کر پیار کر کے رخصت کیا تو بے ساختہ بولیں:

"شاید تُو اپنی آپا کو آخری بار دیکھ رہا ہے۔"

"ہوا کیا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا آپا؟ بتائیں آپا......!"

اسے غصہ آ گیا تھا، مگر انھوں نے کچھ نہ بتایا اور وہ بے چین دل کے ساتھ پلٹ پلٹ کر بہن کو دیکھتا رہا جو بے تحاشا آنسو بہا رہی تھیں۔

"آپا! میں پھر آؤں گا۔" تسلی دیتے دیتے وہ خود بھی رو پڑا۔

راستے بھر وہ سوچتا رہا کہ آخر ہوا کیا ہے؟ اسے رخصت کرتے ہوئے آپا اتنی اداس تو کبھی نہ ہوتی تھیں، میرا دل بھی بہت مضطرب ہے جیسے کچھ ہونے والا ہے، اللہ رحم کرنا۔

اور اُس عورت نے جو اس کی ماموں زاد بہن بھی تھی، ایسا سفلی جادو کیا کہ وہ واقعتاً اِس گھر کا راستہ ہی بھول گیا۔

☆......☆

"حفصہ بیٹی! کیا بات ہے؟ تم کچھ اداس رہتی ہو۔ کھانا بھی بہت کم کھا رہی ہو۔ بیٹی! مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟ میں تمھارا سسر ہی نہیں تایا ابو بھی ہوں۔"

انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔

وہ بے ساختہ رو دی۔ دل کا بوجھ آنکھوں سے بہنے لگا۔

"تایا جان! میرا شہزادہ میرے بغیر کیسے رہ رہا ہوگا؟ بھیا بھابی اس کا ایسے خیال کر سکتے ہیں جیسے میں اس کو اپنے ساتھ لگا کر رکھتی تھی۔"

"تم کیوں پریشان ہوتی ہو؟ وہ میرے مرحوم بھائی کا بچہ ہے، میری بھی ذمے داری ہے، چلو ابھی مل کر اسے لے آتے ہیں۔ پہلے ہم اسے کھلائیں گے پھر خود کھائیں گے۔"

وہ دس سال کی تھی جب عکاشہ کی پیدائش پر اس کی والدہ فوت ہو گئی تھیں۔ محلے پڑوس کی عورتیں اس بچے کی دیکھ بھال کرتیں، وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ لگی رہتی۔ بچہ ایک سال کا ہوا تو وہ خود ہی اس کے کام کرنے لگی۔ اس سے بڑے چار بھائی تھے جو پڑھنے میں مصروف تھے۔ شام کو ابا آ جاتے تو وہ بے فکر ہو جاتی۔ پندرہ سال کی عمر میں اس کی شادی ہوئی تو گھر میں بڑے بھائی کی دلھن چھ ماہ پہلے آ چکی تھی۔

وہ اپنے شہزادے کو اپنے ساتھ گھر لے آئی۔ اپنے بچوں کی طرح اس کو پال پوسا حتیٰ کہ اس کے اپنے بچے ہوئے تو وہ اسے اپنا بڑا بھائی ہی سمجھتے تھے۔ بڑے ہوئے تو پتا چلا وہ بھائی نہیں ماموں ہے۔ حفصہ نے اپنے لاڈلے کی شادی ماموں کی بیٹی سے کی کہ خاندان کی دیکھی بھالی لڑکی ہے۔ جانتی ہے کہ اگرچہ میں ماں نہیں بہن ہوں مگر میری زندگی میں اس کا مقام بچوں جیسا ہے اور وہ بھی مجھے ماں کا درجہ دیتا ہے۔ اس نے اپنے بھائی کو تعلیم بھی دلوائی اور ہنر کے طور پر مکینک کا کام سیکھنے پر لگا دیا۔

جلد ہی وہ بہترین موٹر مکینک بن گیا۔ ایسی شہرت ملی کہ دبئی کی بہترین کمپنی میں جاب مل گئی۔ دبئی جانے کے لیے کاغذات میں سرپرست کے خانے میں عکاشہ نے اپنی آپا کا نام لکھوایا۔ اس کا باپ تو آپا کی شادی سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گیا تھا، جب وہ پانچ سال کا تھا۔ ماں کو اس نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ دنیا میں ایک آپا ہی تھیں جنھیں وہ سب کچھ سمجھتا تھا۔ بھائی سب اپنی زندگیوں میں مگن تھے۔ جب ملتے محبت سے ملتے مگر کم ہی ملنا ہوتا۔

عکاشہ ہر ماہ معقول رقم بہن کے اکاؤنٹ میں بھیجتا مگر وہ بھی ایسی نیک بی بی تھیں، دنیا سے ایسی بے رغبتی کہ کبھی اس کی رقم کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ اس کا پیسہ جمع ہوتا رہا۔ ایک سال بعد آپا نے اس کی شادی کر دی۔ اب وہ دوبارہ دبئی سے آیا تو یہ سنگین صورت حال ہو گئی۔ اس کی بیوی کو حسد و رقابت کی آگ نے ایسا جھلسایا کہ اس نے عملیات کے ذریعے بھائی کو بہن سے دور کر دیا۔

عکاشہ بے چین ہوکر آتا، اِس گلی میں داخل ہوتا، پھر اللہ جانے کیا ہوتا کہ اس کے دروازے سے تیزی سے گزر کر اس کی نند کے گھر چلا جاتا، جو اس بات پر اپنے والدین سے ناراض تھی کہ بھتیجی تو بیاہ لائے، ساتھ جہیز میں اس کا بھائی بھی لے آئے۔

عکاشہ کے ہاتھوں میں تحائف سے بھرے تھیلے ہوتے تھے۔ وہ اپنی ماں جیسی بہن، والدین جیسے تایا تائی اور بھائی بہن جیسے بھانجا بھانجی جو اسے بڑے بھیا کہتے تھے۔ ان کا حق ان کے بدترین دشمنوں کو جن کے لیے اس کا وجود نا قابل برداشت تھا، انھیں دے آتا۔

بچے دیکھتے تو بہت تڑپتے سسکتے کہ امی بڑے بھیا آئے ہیں، وہ پھپو کے گھر چلے گئے۔ ہمارے گھر کے سامنے سے گزرے تو ایسے تیز چلے جیسے کوئی خونخوار درندہ ان کو کھا جائے گا، امی کیا ہو گیا ان کو؟

وہ بچوں کو کیا سمجھاتیں، زیادہ رونا روتے تو یہی کہتیں:

”چھوڑو بیٹا! وہ تمھارا نہیں میرا بھائی ہے، جب میں صبر کرتی ہوں تو تم کیوں غم کرتے ہو۔“

مگر چھپ چھپ کر وہ بہت روتیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اس کی بیوی نے جو کہا کر دکھایا۔ یہ جادو کے وار ہیں، وہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر رہا، وہ بے بس مجبور ہے۔

حفصہ کی زندگی تو پہلے ہی دکھوں، المیوں، آزمائشوں سے بھری پڑی تھی۔ بچپن میں ماں کی جدائی، شادی سے پہلے باپ کا غم۔

شادی کے بعد جب وہ ایک بچے کی ماں تھیں۔ دوسری بچی ابھی دنیا میں نہیں آئی تھی۔ شوہر موٹر مکینک تھے۔ ایک دن موٹر ٹھیک کرتے ہوئے اچانک کرنٹ لگنے سے زندہ تو بچ گئے مگر ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ٹیڑھی ہو گئیں، پاؤں بے جان ہو گئے۔ اس مشکل وقت میں اس کی تائی اماں اور تایا جان نے اس کا ہر طرح ساتھ دیا۔

دو کمروں کا چھوٹا سا گھر تھا۔ بیٹا معذور ہو گیا، کوئی ذریعہ معاش نہ رہا تو یہ فیصلہ کر کے وہ مطمئن ہو گئے کہ بہو نے میرے بیٹے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے تو اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے، بیٹی کو پلاٹ دے دیا اور یہ گھر اپنی بہو کے نام کر دیا کہ اسے کوئی گھر سے نہ نکالے۔ سسر نے گھر کا پورا خرچ بھی اٹھا رکھا تھا، بس انھی باتوں کو لے کر حفصہ کی نند جل بھن کر انگارہ بن گئیں۔ بہت تنگ کرتیں، ماں کے کان بھرتیں مگر وہ دونوں حفصہ کو تسلی دیتے کہ حفصہ! وہ کچھ بھی کر لے ہم تیرے ساتھ ہیں۔ تُو نے ہمارے بیٹے کو نہیں چھوڑا، ہم تجھے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

اب اس کی نند کی باری تھی، اس نے نجانے کیا برا عمل کروایا کہ اس کے سسر گھر کا راستہ بھی بھول گئے۔ سامان سے بھرے تھیلے لے کر بیٹی کے گھر چلے جاتے۔ بیٹے کے گھر میں فاقے ہوتے۔ بہت مشکل وقت تھا۔ اس کی ساس نے گھر سے نکل کر کام کرنے کو ترجیح دی۔ جوان بہو کو گھر سے قدم نہیں نکالنے دیا۔ وہ کچھ نہ کچھ کام گھر پر بھی لے آتیں۔ اس طرح گھر

کا خرچ چلتا رہا۔ ان تکلیف دہ حالات میں حفصہ نے بھائی کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے اور باعزت روزگار کے لیے دبئی بھیجا۔ اس کی کمائی جمع کر کے رکھی۔ گھر بسایا، اب اس کی جدائی کا دکھ بھی دیکھنا پڑا جو اندر ہی اندر گھلا رہا تھا۔

اس کے تایا جان دنیا سے رخصت ہو گئے مگر وہ بے چارے نہ اس گھر میں آ سکے نہ اس کی تائی اماں پھر کبھی پلٹ کر بیٹی کے گھر گئیں۔ وہ اپنی بیٹی سے سخت ناراض تھیں جس نے اُن سے شوہر اور معذور بیٹے سے گھر کا کفیل چھین لیا تھا۔ یہ کیسا جادو تھا جو دل و جان نثار کرنے والے خون کے رشتوں کو ایک دوسرے سے جدا کر رہا تھا اور ایسا کرنے والوں کو اللہ کے درد ناک عذاب سے ڈر نہیں لگتا تھا۔

حفصہ کے سسر کا جنازہ گھر سے باہر رکھا گیا وہ اپنی ساس کا ہاتھ پکڑ کر آخری دیدار کے لیے لے گئی۔

اس وقت ساس پر غم وصدمے سے فالج کا اٹیک ہوا اور اس کا آخری سائبان ماں جیسی ساس بھی معذور ہو کر اس کی خدمت کی محتاج ہو گئیں۔ اس نے شوہر کی خدمت کے ساتھ ان کی بھی بھرپور خدمت کی اور وہ اسے رات دن دعائیں دیتی ہوئیں رمضان کے مہینے میں دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

بہت کوششیں کی گئیں کہ ماں بیٹی میں صلح ہو جائے مگر بیٹی ایسی سنگ دل نکلی کہ بیماری میں بھی اپنی ماں سے ملنے نہ آئی۔ وقتِ نزع بھتیجا دوڑ کر گیا کہ پھپو! جلدی چلیں، دادی کو منا لیں، وہ آپ کو یاد کر رہی ہیں۔ وہ بہت پیار سے ہاتھ پکڑ کر لایا کہ اس کو اس کی ماں نے یہی سکھایا تھا۔ حفصہ کی پوری کوشش تھی کہ اس کی نند اپنی ماں سے معافی مانگ لیں۔

ماں نے بیٹی کو دیکھا، چند آنسو بہائے اور آنکھیں بند کر لیں۔

تدفین کے فوراً بعد پھپو کبھی نہ آنے کے لیے گھر چلی گئیں۔

☆......☆

حفصہ کی بیٹی شادی کے بعد اسی محلے میں رہتی تھی، جہاں عکاشہ کی فیملی رہتی تھی۔ اچانک مسجد سے اعلان ہوا کہ مکان نمبر R-14 کے مکین عکاشہ صاحب جو دبئی میں انتقال کر گئے تھے۔ آج ان کے جنازہ دبئی سے آ رہا ہے، نماز جنازہ بعد نماز جمعہ ہوگی۔

وہ غم سے نڈھال جنازہ میں شرکت کے لیے گئی۔ بعد میں اس نے اپنی ماں کو بتایا۔ ان کے لیے یہ انتہائی بڑا غم تھا۔ در اصل عکاشہ کی موت کو چھپایا گیا تھا۔ اچانک تدفین کا اعلان کیا تاکہ وہ پہنچ ہی نہ سکیں۔ معذور شوہر کو بغیر کسی تیاری اور پہلے سے پلاننگ کے وہ کیسے گھر سے نکل سکتی تھیں؟ ہائے کیسا بھرپور جوان تھا، ۳۵ سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ بیس سال کی عمر میں شادی ہوئی، پندرہ سال ازدواجی زندگی، تین بچے، عمر بھر کی جدائی، شاید یہ اس عورت کے لیے مکافات عمل تھا جس نے خون کے رشتوں کو سفلی عمل کے ذریعے جدا کیا تھا۔

☆......☆

حفصہ بی بی اپنی پوری زندگی شوہر کی معذوری کو نباہتے نباہتے اب بوڑھی ہو گئی تھیں۔

اب اُن کی ہمت جواب دے رہی تھی۔

فون کی گھنٹی بجی دیکھا تو اجنبی نمبر سے کال تھی۔

مجبوراً فون اٹھایا تو عکاشہ کی بیوی تھی۔

''آپا! آپ کو آنا پڑے گا۔ عکاشہ کی کمپنی سے بقاجات جو کمپنی اپنے ملازمین کو دیتی ہے، وہ رقم بغیر سائن کے نہیں مل سکتے۔''

''میں نہیں آ سکتی، جب تُو نے زندگی میں ملنے نہ دیا، مری صورت بھی نہ دیکھنے دی، اب میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔''

یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد پھر فون آیا۔

حفصہ نے اٹھایا۔ دبئی کی اس کمپنی کے ذمہ دار کا فون تھا۔

''بی بی! آپ کیوں انھیں تنگ کر رہی ہیں۔ یہ یتیموں کا مال ہے، بیس لاکھ بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔ آپ آ جائیں، ورنہ یہ رقم واپس کمپنی کے اکاؤنٹ میں چلی جائے گی۔''

حفصہ رو پڑیں، بے ساختہ اسے بتانے لگیں کہ ظلم کس نے کیا تھا۔

سن کر وہ بھی بول اٹھا:

''بی بی! واقعی بڑا ظلم کیا اس نے آپ کے ساتھ۔''

اب عکاشہ ان کے خواب میں آتا ہے تو بہت روتا اور معافیاں مانگتا ہے اور وہ تو اپنے بھائی سے کبھی ناراض ہی نہیں تھیں۔ کالے جادو، کالے لوگ اور کالے روگ تھے، جنھوں نے انھیں ڈسا تھا۔ انہوں نے اپنا معاملہ ہمیشہ اللہ پر چھوڑا تھا۔

یہ مکافاتِ عمل ہی تو تھا کہ خون کے رشتے چھڑانے والوں کو خود بھی یہ دکھ جھیلنا پڑا۔

وہ بعد میں بھی بہت پریشان رہی۔ بیٹی بہت بیمار رہی مگر الحمدللہ، اچھا رشتہ خاندان ہی سے مل گیا۔ بیٹے کی اچھی تعلیم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے گھر بھی اچھا بن گیا۔ اللہ رب العزت نے اس صابر و شاکر بی بی کو دشمنوں کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔

کراچی والے ہو جائیں تیار!!

کراچی انٹرنیشنل ایکسپو بک فیئر ۲۰۲۳ء

اساتذہ اور والدین سے گزارش ہے کہ مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے بچوں کے ہمراہ بک فیئر میں ضرور تشریف لائیں

14 دسمبر بروز جمعرات تا 18 دسمبر بروز پیر
روزانہ صبح 10 تا رات 9

اس سال بھی ہمارے اسٹال پر ان شاء اللہ آپ کی دلچسپی کا پورا پورا سامان موجود ہوگا۔ اشتیاق احمد کی اسلامی کتابیں اور 170 جاسوسی ناول، مدیر چاچو محمد فیصل شہزاد کی دو نئی نوبلی کتابیں، آئی جی غلام رسول زاہد کی کتابیں، ابو حنظلہ سعدی کی مسلم فاتحین سیریز کی کتابوں کے علاوہ 4 نئی کتب، سرمد ناول کے مصنف کاوش صدیقی کے 3 نئے ناول، اور دیگر مصنفین کی 100 کے قریب بالکل نئی کتابیں۔ جی ہاں! اس بار پرانی کتابوں کے ساتھ بہت سی نئی کتابیں بھی اس بک فیئر میں منظر عام پہ آ رہی ہیں۔ اور یہ نئی کتابیں آپ کو ملیں گی حیرت انگیز ڈسکاؤنٹ پر اور مصنفین کے آٹو گراف کے ساتھ، کیوں کہ تمام مصنفین اسٹال پر موجود ہوں گے، آپ ان سے ملاقات کر سکیں گے۔ تو پھر آ رہے ہیں نا آپ؟

ایکسپو سنٹر
حسن اسکوائر
گلشن اقبال کراچی

کراچی کے علاوہ ملک کے دیگر شہروں کے قارئین بھی اس بک فیئر کے ذریعے خریداری کر سکیں گے۔ جی ہاں گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی ہم اپنے اُن تمام قارئین کے لیے آن لائن بک فیئر کا اہتمام کر رہے ہیں جو کراچی سے دور ہونے کی وجہ سے اس بک فیئر میں شرکت نہیں کر سکتے۔

تفصیلات کے لیے رابطہ کیجیے

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

☆ خواتین کے دینی مسائل میں ’’بارش کے پانی کے متعلق‘‘ پڑھا تو شکر ادا کیا کہ سوشل میڈیا کے انھی چکروں سے بہت پہلے ہم نے بڑے موبائل سے جان چھڑالی تھی۔ آئینہ گفتار میں آپ کی سفارش کی درخواست پڑھ کے ہمیں رونا سا آ گیا۔ شعر بھی بہت اچھا لگا اور آپ کی دعا پر آمین بھی دل سے نکلا۔ ’’اے اللہ ہم سب کو بار بار اپنے حرم پاک لے چل میرے مالک آمین۔ اقبال عظیم کی نعت بھی ہم نے اپنے بچوں کو بہت دلسوز آواز میں سنائی کہ بچے بھی جھوم گئے۔ ام محمد سلمان صاحبہ سے عرض ہے کہ ہم گھر میں خالص اردو زبان ہی بولتے ہیں اور ہمارے بچے بھی۔ خیر ان کی تحریر لاجواب تھی۔ اشعار بھی سارے ہی لاجواب۔ رافعہ عبداللہ کی ترکیب سے ’’تکہ بوٹی‘‘ گھر میں بنائے تھے، بہت مزیدار بنے تھے۔ عفت مظہر نے بالکل سچ اور اچھا لکھا۔ واقعی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جی ہاں کوئی سمجھنا بھی چاہے تو سمجھائیں نا اور اگر کوئی سمجھنا ہی نہ چاہے تو کیا کریں؟ بزمِ خواتین میں سب کے خطوط اچھے تھے لیکن ام الصباح بنت درخواستی نے اپنے خط میں آخر میں جو لکھا ہم بھی اس سے پورے متفق ہیں۔ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے، آمین۔ (اہلیہ ہاشم۔ ناظم آباد)

ج: آپ نے پہیلیوں میں تبصرہ لکھا۔ اب ہمیں یاد نہیں کہ عفت مظہر بہن نے کس تحریر میں کیا بالکل سچ اور اچھا لکھا تھا؟ نیز بنت درخواستی نے کون سی بات ایسی لکھی تھی جس سے آپ پوری طرح متفق ہیں!

☆ شمارہ ۱۰۵۸ میں سب سے پہلے تو اپنا خط پڑھا۔ بے انتہا خوشی ہوئی۔ اس کے بعد شروع سے کھولا اور القرآن وحدیث کے بعد درود پاک کی برکت تحریر پڑھی۔ واقعی درود پاک مشکلات کو حل کروانے اور دعاؤں کو قبول کروانے میں اکسیر رکھتا ہے۔ خواتین کے دینی مسائل میں آج بہت اہم مسئلہ بتایا گیا تھا۔ واقعی ان بے جا رسم و رواج نے ہماری شادیوں کو بے انتہا مشکل بنا دیا ہے۔ باجی عامرہ احسان کی تحریر میں ہمیشہ کی طرح درد جھلک رہا تھا۔ ’قرآن سے رکھے گئے نام‘ میں مدیر بھائی نے مزاح مزاح میں بہت اچھی طرح بات سمجھا دی۔ ’کوئی بات نہیں‘ احساس میں گندھی تحریر اپنے اندر گہرا سبق سموئے تھی۔ ’ہماری عورتیں‘ میں اثر صاحب خواتین کو کھری کھری سناتے نظر آئے۔ ’بچوں کی صحت‘ میں انیلہ قاسم ماؤں کو رہنما اصول سمجھاتے نظر آئیں۔ ’ہمارے ابی جان‘ میں بنت شکیل اختر اپنے والد کے تربیت کرنے والے پہلوؤں پر روشنی ڈالتے نظر آئیں۔ عالیہ مختار کی ننھی سی تحریر پڑھ کے دل شاد ہو گیا۔ اس سے آگے بزم خواتین کا تاج ہے جہاں میرا خط نگینے کی طرح جڑا ہے۔

(آمنہ بنت نذر حسین۔ اسلام آباد)

ج: یعنی آج بھی بزم خواتین کے تاج میں آپ کی نگاہ سب سے پہلے اس ’’نگینے‘‘ پر پڑے گی تو دل خوشی سے بھر جائے گا۔ بھئی خوشی کے ان لمحات میں ہمیں دعاؤں میں یاد کر لیا کیجیے۔

☆ شمارہ ۱۰۵۹ میں تحریر ’بیوی اک دیوانی سی‘ پڑھ کر ذہن کے دریچوں میں ایک خیال ابھرا کہ شوہر حضرات کے لیے باہر کے کاموں کے ساتھ ساتھ اپنی زوجہ محترمہ کی نفسیات کو جاننا بھی بے حد ضروری ہے۔ بہت مزیدار تحریر تھی۔ اس شمارے میں ہمارے دل کی تاروں کو چھوتی تحریروں میں محترمہ قانتہ رابعہ کی ’توبہ کا سوز‘ اور آپ کا شذرہ ’رات، آسمان اور گاؤں‘ تھا۔ آسمان سے آپ کا انس قابلِ داد تھا۔ (بنت ذوالفقار۔ رحیم یار خان)

ج: چلیں مل گئی ہمیں ان الفاظ سے داد۔

☆ شمارہ ۱۰۵۵ کے آئینہ گفتار میں مدیر چاچو چینی کو زخموں پہ چھڑکتے اور اس کی ترغیب دیتے نظر آئے۔ ’اگلا طبق‘ زندگی کے سب مراحل نظر کے سامنے گھوم گئے۔ ’کھیر کی پیالی‘ شکوہ کناں بلوں پر مسکراہٹ اور بہت گہری مسکراہٹ بکھیر گئی۔ ’بالوں کی حفاظت کے ٹوٹکے‘ قدرت کا انعام پیاز فلیجل کی گولی تینوں چیزیں ایک ایک سبق دے گئیں۔ اللہ جزائے خیر دے مدیر چاچو کو کبھی اپنے قارئین کو دل آزردہ نہیں ہونے دیتے، اللہ انھیں ہمیشہ سلامت رکھے۔

(خدیجۃ الکبریٰ بنت محمد امتیاز فاروقی۔ رسول پور)

ج: آمین وایاک۔ خوش رہیں۔

☆ خواتین کا اسلام شمارہ ۱۰۶۱ میں سب سے پہلے قرآن وحدیث سے مستفید ہوئے، پھر باقی شمارہ پڑھا۔ آئینہ گفتار میں ہم سب خواتین کی میٹھی میٹھی ہو رہی تھی، جسے مسکراتے ہوئے پڑھتے رہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کی، کیونکہ جب آئینہ سامنے ہوتا ہے تو انسان کو سب سے پہلے اپنے ہی چہرے کے داغ نظر آتے ہیں۔ باقی رسالہ بھی بہت مزے کا تھا مگر ہمیں عمارہ اقبال اور ابوالحسن بھائی کے تبصرے سب سے زیادہ اچھے لگے۔ اللہ تعالیٰ آپی عمارہ کی امی کو مکمل صحت عافیت کے ساتھ عطا کرے۔ ابوالحسن اور تمام بے گناہ قیدیوں کو جلد باعزت رہائی نصیب فرمائے آمین۔ ابوالحسن صاحب کا تبصرہ پڑھ کر ہمیں بھی اپنی کتابیں پھر سے یاد آ گئی جو ابھی تک نہیں ملیں۔ آپ نے میرا خط شائع کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر کتابیں مل گئی ہیں تو بتا دیں اور اگر نہیں ملیں تو اپنا مکمل پتا اور فون نمبر کے ساتھ دوبارہ خط لکھیں۔ میں لکھ نہیں سکی تھی تو اب فون نمبر اور پتا لکھ رہی ہوں۔ (جویریہ ظہور۔ کبیر والہ)

ج: تو دیر تو آپ کی طرف سے ہوئی ناں۔ بھیج دی ہیں۔

☆ شمارہ ۱۰۶۱ کا سرورق پھولوں سے مزین اپنے اندر ’بدلاؤ‘ پیدا کرنے کا سبق دے رہا تھا۔ ’آئینہ گفتار‘ حقیقت کا آئینہ دکھا رہا تھا۔ ’تم میرے ہو‘ منفرد موضوع پر عمدہ کاوش! ’بدلاؤ‘ پڑھ کر عمارہ حسین کو خوب داد دی۔ ہمارے دل کی آواز تھی یہ تحریر۔ ہر خاتون کو اپنے اندر بدلاؤ پیدا کرنے کا سبق دے گئی، اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ’’دیپ جلے پل بھر کو‘‘ عنوان شاندار، تحریر شاہکار۔ محترمہ قانتہ رابعہ ہر مرتبہ اعلیٰ پایے کی تحاریر لاتی ہیں۔ یہ بھی انھی میں شامل ہے۔ بزم خواتین میں بس ایک خط!؟ کرن سلطان صاحبہ کی تحریر ’حقیقی پیروکار‘ بہت اچھی لگی اور یہ تحریر بہت وسیع معنی رکھتی ہے۔

(بنت البحر۔ ٹنڈو آدم)

ج: کبھی کبھی ایک فرد پوری بزم پر بھاری ہوتا ہے۔ اس ایک خط میں تین ناولوں پر بہت خوبصورت تبصرہ تھا، اس لیے اسے اہمیت دی۔

☆ شمارہ ۱۰۶۲ میں سب سے پہلے بزم خواتین دیکھا۔ دسویں نمبر پر ہمارا نام جگمگا رہا تھا۔ جو آپ نے دعا دی، فوراً دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی بار بار حج بیت اللہ کی زیارت نصیب فرمائے آمین۔ آئینہ گفتار کی جگہ اس بار ’دورخ‘ نے لے لی۔ دیوث ایک پراثر اور جامع تحریر تھی۔ واقعی بچیاں بھی بڑوں کی رہنمائی کر سکتی ہیں۔ ’بھٹکے ہوئے راہو کو پھر سوئے حرم لے چل‘ اللہ کے مہمانوں کی خدمت کرنے کا درس دے رہے تھے۔ (منیبہ جاوید۔ 18 ہزاری، جھنگ)

ج: جیسے ماشاء اللہ بچوں کا اسلام کے سلسلے ’اچھی خبریں‘ سے ہمیں آپ کی بابت پتا چلا تھا کہ آپ نے اپنے بڑوں کی خوب رہنمائی کی۔

☆ شمارہ ۱۰۶۰ کا آئینہ گفتار ’اول اور اصل کون‘ ختم نبوت کی مناسبت سے بہت عمدہ تھا۔ ’مثل لال حسین اختر‘ حافظ صاحب کی ہر تحریر کی طرح یہ بھی بہترین رہی۔ مناجاتِ مقبول بھی عمدہ تحریر تھی بس ہمیں مانگنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ ’بندش‘ ایسی تحریریں معاشرے کی عکاسی کرتی نظر آتی ہیں۔ ’بات سمجھے تو کچھ بھی نہ تھی‘ ام محمد سلمان بہت اچھا لکھ رہی ہیں ماشاءاللہ! ’پسِ دیوار زنداں‘ تحریر پڑھ کر دل دکھ سے بھر گیا ان کے لیے دل سے دعا نکلی! ’شمارہ ۱۰۶۱ آئینہ گفتار سے لے کر آخر تک بہت زیادہ پسند آیا خاص کر یہ تحریر ’دیپ جلے پل بھر کو‘۔ اللہ تعالیٰ ان شماروں کو یونہی چمکتا دمکتا رکھے۔ آمین۔

(بنت مولوی شبیر احمد۔ وہاڑی)

ج: آمین ثم آمین۔ خوش رہیں۔

☆☆☆

تفنن برطرف

مکر مردانہ

محمد شاہد فاروق

"فن بہانہ سازی" میں قدرت نے جو زرخیزی عورت کے دماغ کو بخشی ہے، مرد حضرات کو اس کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہیں ہوا۔ اس کے باوجود بعض مرد اپنے بنجر دماغ سے اس صنعت میں اپنا نام پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں انھیں اکثر منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ اسی قبیل کے ایک فرد کا خیال ہے کہ:

"اگر آپ کی طبیعت کام چوری کی طرف مائل ہوگئی ہے اور آپ ہڈحرامی پر اتر آئے ہیں تو پھر ضروری ہے کہ بیمار پڑیے۔"

گھر پر بیمار پڑنے سے پہلے خفیہ مذاکرات کی طرح ہفتہ بھر بیماری کی خفیہ مشق کریں تاکہ دورانِ علالت اگر آپ کو ڈاکٹر کے روبرو گواہان کی ضرورت پڑے تو آپ کو سند یافتہ مریض قرار پانے میں کسی قسم کی دِقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ڈاکٹر کی پرچی گرین کارڈ کی طرح ہمہ وقت اپنے ہمراہ رکھیں۔

دورانِ مشق گھر سے باہر ایسے ہجوم کا انتخاب کریں جہاں آپ کے چند شناسا موجود ہوں۔ وہاں پہنچتے ہی یوں کھانسیں کہ کھانستے ہوئے آپ کی آنکھوں سے پانی نکل آئے۔ ہاتھ کے اشارے سے پانی مانگیں، جب پانی پیش کیا جائے تو ہاتھ کو تیزی سے ایسے دائیں بائیں ہلائیں جیسے آپ کو پانی کی بجائے ایمبولینس کی ضرورت ہو۔

اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کریں اور اس کوشش میں دو تین بار پیچھے کو گر جائیں۔ اس دوران میں کھانسی کا عمل مسلسل جاری رکھیں۔ جب اٹھ کر کھڑے ہوں تو ایک ہاتھ لازمی طور پر کمر پر رکھیں اور آہستہ سے "ہائے" کی آواز نکالیں۔ یاد رہے اپنی "ہائے" میں اس قدر درد ضرور بھریں کہ سننے والے کی اپنی "ہائے" نکل جائے۔ ہوسکے تو کسی کے کندھے پر ہاتھ ٹکائیں اور پھر اپنا پورا وزن اُس پر ڈال دیں، پھر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوری کوشش کریں کہ دوسرا گر جائے۔

> "فن بہانہ سازی" میں قدرت نے جو زرخیزی عورت کے دماغ کو بخشی ہے، مرد حضرات کو اس کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہیں ہوا۔

پہلو

ڈاکٹر اگر سگریٹ نوشی سے پرہیز بتائے تو فوراً متبادل ذرائع بیماری اختیار کریں ورنہ آپ قابل بھروسا مریض نہیں بن سکتے۔

اگر کبھی سگریٹ یا زندگی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو بلا جھجک سگریٹ کا انتخاب کریں، کیونکہ مرنے کے بعد صرف زندگی دوبارہ ملے گی۔ زندگی کا کچھ بھروسا نہیں کہ سانسوں کی یہ مالا کب ٹوٹ جائے اس لیے ہر سگریٹ کو آخری سگریٹ سمجھ کر پییں۔

اگر آپ شادی شدہ ہیں تو آپ کو اس ہدایت پر توجہ دینے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آپ پہلے سے اس کے عادی ہوں گے، البتہ اگر آپ غیر شادی شدہ ہیں تو پھر آواز مدھم رکھیں اور اس میں بتدریج کمزوری کا عنصر لائیں۔ ہوسکے تو خود پر ہلکی سی کپکپاہٹ طاری کریں۔ اکیلے میں بستر پر بے شک دو چار چھلانگیں مارلیں مگر دوسروں کی موجودگی میں بغیر سہارے کے اٹھنے سے پرہیز کریں، جب تک کوئی کمرے میں موجود ہو حتی الوسع آنکھیں بند رکھنے کی کوشش کریں، البتہ تنہائی میسر آتے ہی یکسوئی سے موبائل سے لطف اندوز ہوں۔

ڈاکٹر سے معائنہ کروانے جائیں تو واپسی پر اپنے منہ کا ذائقہ بدلنے کی خواہش کو اپنی آخری خواہش سمجھ کر پورا کریں اور کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں سے آپ اپنے ساتھ جانے والوں کو چکمہ دے کر یہ کام کرسکیں۔

گھر پر پرہیزی کھانا کھائیں ہوسکے تو کھانے کو منہ ہی نہ لگائیں۔ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے شہر ہوٹلوں سے بھرا پڑا ہے۔

عیادت کے لیے آنے والوں میں دو طرح کے لوگ شامل ہوسکتے ہیں۔ ایک قرض دار اور دوسرے قرض خواہ۔ ہر دو قسم کے لوگوں سے اپنی مالی حالت ایسی ظاہر کریں جیسے ہمارے ملک کی ہے جو کسی وقت بھی دیوالیہ پن کا شکار ہوسکتا ہے۔ اس سے آپ کو دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو آپ کے قرضے معاف ہوسکتے ہیں اور دوسرا آپ کو فوری امداد کی فراہمی جاری ہوسکتی ہے۔

اگر آپ کسی دفتر میں کام کرتے ہیں اور آپ کو چھٹی کا مسئلہ درپیش رہتا ہے تو بوقتِ ضرورت کسی عزیز کے جنازے میں شرکت کی درخواست لے کر اپنے افسر کے روبرو پیش ہوجائیں۔ افسر کے سامنے پیش ہونے سے پہلے خود پر اتنی افسردگی طاری کرلیں کہ افسر انکار کی ہمت نہ کرسکے۔

یاد رکھیں کہ درخواست میں درج عزیز اتنا قریبی یا اتنا قریب بھی نہ ہو کہ افسر خود تعزیت کے لیے پہنچ جائے۔ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ افسر کے تبدیل ہونے سے پہلے اُس عزیز کے جنازے میں "دوبارہ" شرکت نہ کریں۔

اگر آپ کسی دکان سے مسلسل ادھار خریداری کر رہے ہیں اور ادھار کی رقم دکان دار کی حدِ برداشت سے تجاوز کر رہی ہے تو فوراً نئی دکان کی تلاش شروع کردیں تاکہ ادھار کا یہ سلسلہ تعطل کا شکار نہ ہو۔

بہانہ سازی کے اس عمل میں آپ کے لیے اجتہاد کی راہیں کھلی ہیں، بوقت ضرورت آپ بیشتر بہانہ سازی سے اپنی راہ ہموار کرسکتے ہیں۔

☆☆☆